Season - 1

ایک تھی ہیر

تحریر: ایمن اکمل

"یا اللہ، آخر ایسا میں نے کیا کر دیا جو اس ریسٹورنٹ کے سارے ویٹرز اور باہر کھڑے گارڈز میرے پیچھے ہی پڑ گئے؟!" وہ ہانپتی ہوئی ایک سنسان گلی کے موڑ پر رکی، پیچھے مڑ کر دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ مگر دل کی دھڑکن گویا کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں نیلے رنگ کی فائل تھی، جیسے وہی اس کی پوری مصیبت کی جڑ ہو۔ سادہ سا جوڑا، سر پر سٹالر سے بندھا حجاب، اور چہرہ۔۔۔ ایسا جیسے کسی عام مگر باوقار لڑکی کا، جو اپنا سکون صرف کتابوں میں تلاش کرتی ہو۔

سامنے دہی بھلوں کا ٹھیلا نظر آیا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھی، کمر اس سے لگا کر بیٹھ گئی اور اپنے بے قابو سانسوں کو قابو میں لانے لگی۔ اچانک کوئی تیزی سے دوڑتا اس کے قریب سے گزرا۔ وہ چونکی، اور فوراً دوپٹے کے پلو سے منہ ڈھانپ لیا۔ کئی لوگ وہاں سے گزرے مگر خدا کا شکر کہ کسی نے اسے پہچانا نہیں۔

"پتہ نہیں مجھے بھگا کیوں رہے ہیں۔۔۔؟" اس نے فائل ٹھیلے پر رکھی اور کھڑی ہو کر بڑبڑائی۔

"باجی، خیریت تو ہے؟" ٹھیلے والے نے محتاط انداز میں پوچھا۔

"خیریت کہاں بھائی! آج کل کون کسی کو خیریت سے رہنے دیتا ہے؟ ایک پلیٹ دہی بھلے بنا دیں۔۔۔"وہ منہ بسور کر بولی۔دکاندار نے سر ہلا کر دہی بھلے تیار کرنے شروع کیے۔وہ چاروں طرف نظریں گھماتی رہی، جیسے کسی سایے سے بچنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"پچپیس منٹ سے بھاگ رہی ہوں۔۔۔ناشتہ تک نہیں کیا تھا۔اب تو لگ رہا ہے ابھی زمین بوس ہو جاؤں گی۔پتہ نہیں ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے، کہہ رہے ہیں چور ہوں میں!" دہی بھلے پکڑ کر وہ جلدی سے کھانے لگی، جیسے وقت کی مہلت کم ہو۔

"ارررے۔۔۔"دکاندار نے حیرانی سے کہا۔

"ایسے لوگوں کے لیے تو شاید آخرت میں کوئی الگ ہی بحریہ ٹاؤن بنا ہو۔۔۔"مرچوں کی تیزی سے اس کی آنکھیں پانی پانی ہو گئیں، اور وہ سوں سوں کرتی بولی۔

"بالکل صحیح۔۔۔"دکاندار نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

"آپ ہی بتائیں، یہ اتنی کیوٹ، بھولی بھالی سی لڑکی کہیں سے چور لگتی ہے؟"

"ہاں۔۔۔"دکاندار نے بے دھیانی میں کہا۔

"ہاں؟" وہ چمچ منہ تک لے جاتی رکی، اور خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

"م، م، میرا مطلب ہے ہاں نہیں۔۔۔ناں ہاں۔۔۔وہ۔۔۔"دکاندار بری طرح گڑبڑا گیا۔"وہ رہی۔۔۔پکڑو اسے۔۔۔!"اسی لمحے، پیچھے سے ایک کرخت مردانہ آواز گونجی، اس کے ہاتھ سے چمچ پلیٹ میں جا گرا۔

"مر گئی! بھاگ ہیر، بھاگ!" وہ پلیٹ تھما کر فائل بھول گئی اور دوپٹے کو سنبھالتی تیزی سے دوڑ پڑی۔

"ارے بی بی، پیسے۔۔۔؟"

"بعد میں دے دوں گی!" وہ پیچھے چلاتی گئی، رفتار ذرا کم نہ کی۔

"لڑکی، رکو! پکڑو اسے۔۔۔!" آوازیں اس کے پیچھے گونج رہی تھیں مگر وہ رکی نہیں۔ اچانک جب وہ رکی، تو بمشکل سنبھلی۔ سامنے سے دو آدمی آ رہے تھے۔ پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہاں بھی دو آدمی۔ اس نے رونی سی شکل بنائی، آسمان کی طرف دیکھا، "اللہ جی، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے سنا تھا۔۔۔ یہ جو بغیر کیے بھرنا پڑ رہا ہے، یہ تو نئی بات ہے۔۔۔"

"دیکھو، میرے قریب مت آنا۔۔۔ ورنہ۔۔۔" وہ دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے بولی۔

"ورنہ کیا؟" ایک آدمی جھنجھلا کر بولا۔

"ورنہ اگر میرے فارس کو پتہ چل گیا نا، کہ تم لوگ ایک یتیم سی بچی کو یوں ستا رہے ہو، تو بنا آواز کے بندہ مارنا اس کے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے!"

"یہ فارس کون ہے؟" آدمی حیرت سے دوسرے کو دیکھنے لگا۔

"شاید شوہر ہو گا۔۔۔" دوسرے نے قیاس کیا۔

"شوہر؟!" ہیر کی چیخ نکلی۔

"تو بھائی ہو گا؟"

"بھائی؟!" وہ دھاڑی۔

"تو پھر۔۔۔بوائے فرینڈ؟"

"بوائے فرینڈ؟" اب کے اس کا پارہ ساتویں آسمان پر چڑھ گیا۔"اچھی لڑکیاں بوائے فرینڈ نہیں بناتیں! تمہاری ہمت کیسے ہوئی؟"

"تو پھر تم ہی بتا دو کہ یہ کون ہے؟" پہلے آدمی نے تھکے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"چھوڑو اسے ہم جو کام کرنے آئے ہیں وہ کرو۔۔۔"چوتھے آدمی نے بیزاری سے کہا۔

"فائل کہاں ہے؟" آواز میں غصہ تھا۔

"ہائے اللہ۔۔۔فائل!" وہ چونکی، جیسے کرنٹ لگا ہو۔

"اے لڑکی۔۔۔۔"ان میں سے ایک آدمی روعب سے بولا۔

"مجھ سے تمیز سے پیش آؤ ورنہ اگر میرے جہان کو پتہ لگ گیا نا کہ تم مجھے کب سے بھگا رہے ہو تو استنبول کے کتوں کو کھانے کے لیے تمہاری لاش بھی نہیں ملے گی۔"وہ انگلی اٹھا کر دھمکی آمیز لہجے میں بولی۔

"لیکن ہم تو پاکستان میں ہیں۔۔۔" دوسرا آدمی الجھ کر بولا۔

"زیادہ باتیں نہ کرو۔۔"لڑکی نے آنکھیں دکھائیں۔

"اب یہ جہان کون ہے۔۔؟" ان سب نے الجھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"چلو اپنا یہ جہان نامہ بند کرو اور۔۔۔"وہ آدمی غصے سے بولا تھا۔

"اے چپ اگر میرے ہاشم کو پتہ چلا نا کہ تم مجھے دھمکی دے رہے ہو تو ایکویریم میں ڈبو ڈبو کر مارے گا۔اور قتل کا الزام تمہارے باس کے سر ڈال دے گا کیونکہ اسے گناہوں کی جسٹیفیکشن دینی آتی ہے۔"وہ پھر سے دھمکی پر اتری تھی۔اب کہ ان سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔اور ان کے چہروں پر تھوڑی سی پریشانی بھی نمودار ہوئی تھی، جس کو دیکھتے ہوئے ہیر کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھری، جسے اس نے کمال مہارت سے چھپایا تھا۔

"ہ۔ہ۔ہم۔۔۔ڈرتے تھوڑی ہیں ت۔تم۔تمہارے اس ہاشم سے۔۔۔"اب کے ان میں سے ایک آدمی بولا، لیکن آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی۔شاید ہیر کا زبان کے جوہر دکھانے والا طریقہ کام کر رہا تھا۔

"اور اگر میرے سالار کو پتہ چلا نا کہ تم لوگ مجھے یوں راستے میں روک کر تنگ کر رہے ہو تو پتہ ہے کیا ہو گا۔۔؟"

وہ پھر سے بولنا شروع ہوئی۔

"اب یہ سالار کون ہے۔۔۔؟" اب کے اس ان لوگوں کے ضبط کی انتہا تھی۔

"چار بار خودکشی کی ناکام کوشش کر چکا ہے۔اب تم لوگ خود ہی دیکھ لو جو شخص چار بار خودکشی کی کوشش کر کے بچ سکتا ہے وہ تم لوگوں کو کتنی دفعہ مارے گا۔۔۔"اب کے وہ بازو سینے پر فولڈ کیے ہوئے پرسکون سی بولی۔

ان آدمیوں کے چہرے کے رنگ اڑے۔

"آ۔آ۔۔ب۔۔آ۔۔۔مجھے اپنے بچوں کو سکول سے لینا ہے۔کہیں انہیں دیر ہی نا ہو جائے۔" ایک آدمی کہتے ہوئے جلدی سے وہ سے نو دو گیارہ ہو گیا۔ہیر نے پرسکون سا تاثر لیے مسکراتی نظروں سے دوسرے آدمی کی طرف دیکھا۔

"میرے بیوی نے دہی اور انڈے منگوائے تھے۔میں وہ لے کر جاتا ہوں۔۔۔"وہ بھی جلدی سے کہتے ہوئے وہاں سے غائب ہو گیا۔ہیر دوسری طرف مڑی اور ان دونوں آدمیوں کو دیکھا۔

"یہ سب آپ کے جو بھی لگتے ہیں نا ان کو میرا سلام کہنا۔مجھے اماں کی دوائی لینی تھی۔چلتا ہوں باجی خدا حافظ۔کبھی زندگی میں ضرورت پڑے تو آپکا یہ بھائی حاضر ہے۔"وہ بھی مسکرا کر کہتے وہاں سے جانے لگا۔ہیر نے ہلکا سا سر کو خم دیا اور آخری آدمی کی طرف دیکھا۔

"میں سر حسان کو اطلاع دینے جاؤں گا۔" اسکی بات پر ہیر نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔ "م۔م۔میرا مطلب ہے کہ آپ کے بارے میں نہیں۔۔۔بلکہ یہ اطلاع دینے جاؤں گا کہ ہم نے آپ کو بہت ڈھونڈا مگر آپ ملی ہی نہیں۔" اس کی بات پر ہیر مسکرائی۔وہ آدمی گیا تو اس نے شکر کا سانس بھرا۔

"شکر ہے، میرے ناولوں کے ہیروز نے بچا لیا!" لیکن ایک سوال باقی تھا۔۔۔وہ فائل۔۔۔وہ کیوں مانگ رہے تھے؟

"او تیری۔۔۔" وہ چونکی اور جلدی سے دہی بھلوں کے ٹھیلے کی طرف پلٹی۔

●●●

"کیسا سٹاف ہے آپ لوگوں کا؟ یہ۔۔۔یہ آپ نے کیا سٹاف ہائر کیا ہوا ہے؟" وہ غصے سے دہاڑا، "آپ کو اندازہ بھی ہے کہ وہ فائل میرے لیے کتنی اہم تھی؟! پندرہ منٹ بعد میری میٹنگ ہے، اور اگر آپ کے سو کولڈ سٹاف کی وجہ سے میرے کانٹریکٹ پر ذرا سا بھی اثر پڑا نا، تو یہ ریسٹورنٹ بند کروا دوں گا! تالے منگوا لیں۔" مینیجر سمیت سارا عملہ سر جھکائے کھڑا تھا، اور وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتا وہاں سے نکل گیا۔اس کے ہاتھ میں بھی ایک نیلے رنگ کی فائل تھی مگر وہ اس کے کسی کام کی نہ تھی۔

●●●

"ہائے اللہ جی، شکر ہے فائل مل گئی!" ہیر خوشی سے چمکتی آنکھوں کے ساتھ بس اسٹاپ کی طرف چل پڑی،

"یہ تو میری زندگی کا کل اثاثہ تھی۔۔۔اسے کھو دیتی تو میں کبھی امیر نہیں ہو پاتی، کیونکہ غریب تو میں پہلے ہی ہوں!"

راستے میں نہ جانے کیا سوجھی کہ اس نے فائل کھولی۔مگر اندر جھانکتے ہی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔"یہ۔۔۔یہ تو میری فائل ہے ہی نہیں۔۔۔"

اوپر بڑے حروف میں لکھا تھا: "Meer & Sons – Project Authorization"

"او توبہ۔۔۔یہ فائل ایکسچینج ہو گئی! پر کیسے۔۔۔؟" پھر جیسے اس کے ذہن میں جھماکا ہوا۔ فائل میں اس کے وہ ڈاکیومنٹس نہ تھے جن کی بنیاد پر کل اسے ایک اچھی کمپنی میں انٹرویو دینا تھا۔وہی ڈگریاں جنہیں سالار، فارس، جہان اور ہاشم کے ہوتے ہوئے حاصل کرنا کوئی کم معرکہ نہ تھا۔

اب تک وہ ایک چھوٹے ریسٹورنٹ میں ویٹر کی نوکری کرتی آئی تھی، لیکن کل اس کی قسمت بدلنے والی تھی۔

"لیکن یہ سب کیسے ممکن ہوگا۔۔۔؟" اس کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔

"یہ کیا اللہ جی۔۔۔؟ تھوڑا سا خوش کر کے اتنا دکھی کر دیا۔۔۔؟" اس کی عادت تھی۔۔۔ دل کی باتیں وہ اللہ سے کیا کرتی تھی، جیسے وہ اس کے ساتھ بیٹھا ہو، سنتا ہو۔

"چلو کوئی بات نہیں اللہ جی، ہر کام میں آپ کی کوئی مصلحت ہوتی ہے۔مجھے یقین ہے میری فائل واپس مل جائے گی۔۔۔"ہیر مایوس ہو جائے؟ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔اس کے اصول تھے: "جب تک کوشش جاری ہے، ہار نہیں۔اور جب کامیابی مل جائے تو وہ کامیابی نہیں لگتی جو مشکل سے نہ ملی ہو۔"

"تو کیا ہوا اگر آج رو رہی ہوں؟ شاید کل یہی آنسو کامیابی کی خوشی میں بہیں۔ہم اللہ سے مانگتے رہتے ہیں۔۔۔لیکن شکر۔۔۔؟ وہ تو بس مشکل کے بعد آتا ہے، وہ بھی کسی کسی کو۔" بس آ چکی تھی۔وہ چپ چاپ، دل میں یقین لیے اس پر سوار ہو گئی۔

●●●

"اس لڑکی کا پورا بائیوڈیٹا چاہیے مجھے۔"حسان سرد لہجے میں بولا۔دو منٹ بعد وہ معلومات اس کے سامنے تھیں۔

"سر، آپ کرنا کیا چاہتے ہیں؟" مینیجر ہچکچایا۔

"وہی۔۔۔جو ضروری ہے۔"حسان کا لہجہ اب بھی پتھریلا تھا۔

"ہوا کیا ہے؟" ایک ویٹر پاس آ کر بولا۔

"یار، ہیر آیاز۔۔۔وہ آج ریسٹورنٹ سے فائنل کلیرنس کے لیے آئی تھی، کیونکہ اسے کہیں اور سے جاب آفر آئی ہے۔۔۔" مینیجر نے گہری سانس لی، "مگر پتہ نہیں حسان سر کیوں کہہ رہے ہیں کہ وہ فائل چوری کر کے بھاگی ہے۔۔۔"

"فائل اتنی اہم تھی؟"

"ہاں۔۔۔" مینیجر نے آہستہ آواز میں بتایا۔"کنسٹرکشن پروجیکٹ کی اجازت تھی گورنمنٹ سے۔۔۔پتہ نہیں پوری بات کیا ہے، خیر ہمیں کیا، ان کے اپنے مسئلے ہیں۔"وہ خود قدرے جھنجھلایا ہوا تھا۔

●●●

جیسے ہی وہ اپنے گھر پہنچی، حیرانی نے اسے جکڑ لیا۔باہر پولیس کی گاڑیاں تھیں۔دروازہ کھلا تھا۔اس کا دل دھک سے رہ گیا۔تیزی سے اندر داخل ہوئی۔اندر قدم رکھتے ہی آوازیں سنائی دیں۔

"کیا کر رہے ہیں آپ لوگ؟ ہم شریف لوگ ہیں!" یہ اس کی ماں کی آواز تھی۔۔۔منت، نمی، اور بے بسی سے لبریز۔

"بی بی، آپ کی بیٹی ہیر آیاز ہے؟" افسر کی سخت آواز گونجی۔

"جی۔۔۔"رُخصار بیگم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ان کے خلاف چوری کا مقدمہ ہے۔ہمارے پاس وارنٹ ہے۔"یہ سنتے ہی ہیر کی گرفت سے فائل چھوٹ کر زمین سے جا لگی۔اس نے دونوں ہاتھوں سے منہ ڈھانپ لیا۔

"مگر۔۔۔میری بیٹی نے کیا کیا ہے؟" رخصار بیگم کا لہجہ بکھر چکا تھا۔

"سر، اندر کوئی نہیں۔۔۔"دو لیڈی کانسٹیبلز باہر نکلیں۔

"دیکھیں بی بی، بتا دیں وہ کہاں ہے، ورنہ۔۔۔"

"یا اللہ، میری بیٹی کو اپنی پناہ میں رکھنا۔۔۔"رخصار بیگم دل میں دعائیں پڑھتی جا رہی تھیں۔وہ جانتی تھیں ہیر چوری نہیں کر سکتی۔

"مجھے نہیں معلوم۔۔۔وہ کہاں ہے۔۔۔"ان کا چہرہ سپاٹ تھا، جیسے اندر سے سب کچھ سن ہو چکا ہو۔

"ٹھیک ہے، پھر آپ کو ہمارے ساتھ چلنا ہو گا۔" تبھی لاؤنج کے دروازے سے آواز آئی۔ "اگر آپ مجھے لینے آئے ہیں، تو لے جائیں۔میری ماں کو کیوں بیچ میں لا رہے ہیں؟"

رخصار بیگم تڑپ کر اس کی طرف لپکیں۔

"نہیں! میری بیٹی کو نہ لے جائیں، مجھے لے جائیں!"

"ہمارے پاس گرفتاری کا حکم نامہ ہے۔"

"ہتھکڑی لگاؤ!" افسر نے حکم دیا۔لیڈی کانسٹیبل نے ہیر کے ہاتھوں پر ہتھکڑی رکھی ہی تھی کہ افسر کا فون بجا۔

"جی سر۔۔۔مگر حسان سر نے۔۔۔ٹھیک ہے سر۔۔۔جیسے آپ کا حکم۔۔۔جی، شکریہ۔۔۔" اس نے کال بند کی، اور نظریں ہیر پر ڈالیں۔۔۔جو اب مسکرا رہی تھی۔

"ہتھکڑی کھول دو۔۔۔ہم واپس جا رہے ہیں۔غلط فہمی ہو گئی تھی۔"

"ایک منٹ!" ہیر کی آواز کمرے میں گونجی۔

"ایسے نہیں۔۔۔ایسے کوئی نہیں جاتا۔۔۔"وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولی۔"آپ کو کوئی حق نہیں کہ ایک شریف گھر میں یوں داخل ہو کر، صرف ایک الزام کی بنیاد پر اتنی بڑی ذلت کا باعث بنیں۔۔۔"

"کیا آپ کو پتہ ہے، اس معاشرے میں اکیلی عورتوں پر کیا گزرتی ہے؟ ایک زبان، سو الزام، اور کوئی معافی نہیں۔۔۔"

"نہیں اے ایس پی صاحب، اب یہ ایسے نہیں ہو گا۔۔۔

آپ باہر جائیں، سب محلے والوں کو بلائیں، اور میری ماں سے معافی مانگیں۔کیونکہ جتنی تذلیل آپ نے کی ہے، اتنی ہی وضاحت اب آپ کو دینی ہو گی۔"افسر کی آنکھیں غصے سے لال تھیں۔۔۔مگر ہیر کے لہجے میں جو وقار، جرات اور سچائی تھی۔۔۔وہ پورے کمرے پر چھا گئی تھی۔

●●●

"مگر بابا، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ وہ لڑکی میری نہایت اہم فائل چرا کر لے گئی، اور آپ اُسے دفاع دے رہے ہیں؟" وہ اس وقت دفتر میں کھڑا، موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا۔

"بس حسان، اُس نے فائل چرائی نہیں۔اور اگر واقعی چرائی ہے تو وہ فائل تمہارے پاس کیسے آئی؟ کیا تم نے بھی اُس کی فائل چرائی ہے؟" وہ بھی غصے سے بولے۔

"بابا۔۔۔"حسان نے ضبط سے کہا۔

"ایسے ہی محسوس ہوتا ہے جب بغیر قصور کے الزام لگایا جائے۔"تم اُسے کال کر کے معافی مانگو گے!" وہ اب حتمی لہجے میں بولے۔

"بابا، اُس لڑکی کی وجہ سے مجھے کروڑوں کا نقصان ہو گیا، اور آپ۔۔۔؟" حسان کا غصہ پھر سے اُبھر آیا۔

"تمہارے کروڑوں کا بیڑا غرق! وہ لڑکی میری بیٹی کی طرح ہے۔میں اُسے جانتا ہوں، وہ میرے دل کے اتنی قریب ہے جتنا تم بھی نہیں ہو!" انہوں نے فون کاٹتے ہوئے غصے سے کہا۔حسان لب بھینچ کر رہ گیا۔

●●●

"سنو، سنو، سب سنو!"

"یہ ہیں ہمارے علاقے کے اے ایس پی اویس صاحب! جو بغیر تحقیق کیے شریف لوگوں کے گھروں میں گھس آتے ہیں، الزام تراشی کرتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں!" وہ سڑک کے بیچوں بیچ کھڑی، ہاتھ میں مائیک تھامے، مجمع سے خطاب کر رہی تھی۔ جیسے کسی احتجاجی جلسے میں پُرجوش تقریر کر رہی ہو۔

"ہمارا پورا نظام آپ کے سامنے ہے! بھلا وہ ملک کیسے ترقی کرے گا جہاں عورت کی عزت ہی نہ کی جائے؟" لوگوں کی بھیڑ تیزی سے اکٹھی ہو رہی تھی۔

"آج میں آپ کو ایسے قانون سے ملواتی ہوں جو صرف نام کا قانون ہے۔۔۔حقیقت میں صرف دھبہ!" اب کے اے ایس پی اویس کا خون کھولنے لگا۔ضبط کے باوجود اُس کے چہرے پر شدید غصہ واضح تھا۔

"کیا اِس پولیس والے کو معافی نہیں مانگنی چاہیے؟" وہ پھر سے بلند آواز میں بولی۔

"مانگنی چاہیے! مانگنی چاہیے!" عوام کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

"ویسے تو اِس کی وردی اُتر جانی چاہیے، لیکن ہم غریب دل والے ہوتے ہیں، دوسروں کا خیال رکھتے ہیں۔اگر اِس کی نوکری گئی تو اِس کے بچے، گھر کا خرچ کون سنبھالے گا؟" وہ طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ اُس پولیس افسر کی طرف دیکھ کر بولی۔

"ہیر ایاز... زندہ باد!"

"ہیر ایاز... زندہ باد!"

نعروں کی گونج نے فضا کو پُرجوش کر دیا تھا۔ہیر کی گردن فخر سے تن گئی۔

"اب یہ اے ایس پی صاحب میری ماں کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر، اُن کے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگیں گے!"

ہیر نے مائیک میں بلند آواز سے کہا۔

"ہیر! بس کر دو!" اُس کی ماں کی چیخنی تھی، مگر ہیر نے سنا ان سنا کر دیا۔اے ایس پی اویس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو چکا تھا۔یہ بے عزتی وہ کبھی نہیں بھولنے والا تھا۔

"تو پھر شروع کیجیے اے ایس پی صاحب؟" ہیر نے لفظ "صاحب" پر زور دیا۔رخصار بیگم نے نم آنکھوں سے نفی میں سر ہلایا۔اے ایس پی نے اُن کی طرف دیکھا، آنکھوں میں تپش بھری ہوئی تھی۔وہ ایک قدم آگے بڑھا، اور گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ گیا۔دونوں ہاتھ جوڑے۔

"آئی ایم سوری..." اُس نے کہا۔

"یہ معافی ہے یا احسان؟" ہیر کے سوال پر مجمع میں سرگوشیاں ہونے لگیں۔

"براہِ کرم، مجھے معاف کر دیں۔میں دل سے معذرت خواہ ہوں۔میں اپنے عمل پر شرمندہ ہوں۔" وہ دوبارہ بولا۔ہیر کے لبوں پر ایک جاندار مسکراہٹ ابھری۔

"امید ہے آج کے بعد کوئی بھی پولیس والا اپنی وردی کی دھونس میں آ کر کسی بے گناہ شہری کو پریشان نہیں کرے گا!" وہ بولی، اور مجمع میں تالیوں اور نعرے کی گونج بلند ہو گئی۔

●●●

"ہیر، یہ کیا کیا تم نے؟" اُس کی ماں نے بازو سے پکڑ کر اُسے جھٹکے سے گھر کے اندر لاتے ہوئے کہا۔

"امی، آپ کیوں پریشان ہو رہی ہیں؟ آپ کو پتہ ہے ہر بات میں عوامی حمایت ضروری ہوتی ہے۔اگر عوام آواز اٹھالے تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔"

چٹاخ! ایک زور دار تھپڑ اُس کے گال پر پڑا۔ہیر کی بات وہیں رہ گئی۔اُس نے بے یقینی سے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔

"جانتی ہو نا کہ ہمارے گھر میں مرد کا سایہ تک نہیں؟ پھر کیوں بار بار میرے لیے مسئلے پیدا کرتی ہو؟" ماں غصے اور بےبسی میں چلا اُٹھی تھیں۔ہیر نے کوئی جواب نہ دیا۔بس خاموشی سے نظریں جھکا لیں۔

"دفع ہو جا میری نظروں سے! ورنہ جان سے مار دوں گی تجھے!" وہ پھر بولیں۔ہیر آنسو ضبط کرتی، تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔یہ پہلا موقع تھا جب اُس کی ماں نے اُسے مارا تھا۔

●●●

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو منہ پر ہاتھ رکھ کر رو پڑی۔دبی دبی سسکیاں دیواروں سے ٹکرا کر واپس آتی رہیں۔کچھ دیر یونہی روتی رہی، پھر آنسو پونچھے اور باتھ روم میں داخل ہو کر چہرے پر پانی کے چھینٹے مارنے لگی۔اب جب وہ باہر نکلی تو چہرہ کھلا کھلا، بالکل ویسا ہی جیسے ہر روز ہوتا تھا۔۔۔ہنستا، روشن، مطمئن۔

"کوئی بات نہیں، اللہ جی! ماں کا حق ہوتا ہے ڈانٹنا اور سمجھانا۔"وہ آہستگی سے بولی، جیسے خود کو تسلی دے رہی ہو۔اب وہ پوری طرح فریش لگ رہی تھی۔نماز پڑھنے کے بعد اس نے موبائل اٹھایا، اور ناول کھول لیا۔"آج پھر تم سب نے بچا لیا مجھے، میرے ناول ہیروز!" وہ خوشی سے چہکی۔پھر بیڈ پر لیٹ گئی۔

"ویسے اللہ جی۔۔۔یا تو ناول پڑھنے کا شوق نہ دیتے، یا پھر آنکھیں مضبوط کر دیتے۔پی ڈی ایف میں پڑھ پڑھ کر ایک دن واقعی اندھی ہو جاؤں گی!" وہ بولی اور ناول پڑھتے پڑھتے نیند کی آغوش میں چلی گئی۔۔۔کب سو گئی، اُسے خود بھی علم نہ ہوا۔

●●●

معمول کے مطابق وہ فجر سے دو گھنٹے قبل جاگ چکی تھی۔اس وقت تہجد پڑھ رہی تھی۔ سجدوں میں کچھ کہہ رہی تھی، شاید شکایت، شاید شکر۔نماز کے بعد وہ اٹھی اور میز سے ضروری سامان اکٹھا کیا۔روز کا معمول تھا۔۔۔تہجد اور فجر کے درمیانی وقت میں وہ کارڈز بناتی، جنہیں آن لائن سیل کرتی تھی۔

ابھی کام میں مشغول تھی کہ اذان کی آواز کانوں میں پڑی۔وہ خاموشی سے اٹھی، وضو کیا اور جائے نماز پر کھڑی ہو گئی۔نماز کے وقت وہ ہمیشہ سکون میں چلی جاتی تھی۔دنیا کی جلدی اسے سب کاموں میں ہوتی تھی، سوائے نماز اور قرآن کے۔وہ چاہتی تھی بس پڑھتی رہے، پڑھتی ہی رہے، پڑھتی ہی رہے۔۔۔

نماز کے بعد وہ دوبارہ کارڈ بنانے بیٹھ گئی۔دو گھنٹے یہی معمول رہا۔پھر وہ ماں کی ڈانٹ اور محبت سے روبرو ہوتی، ایک کڑوا گھونٹ، ایک مٹھاس بھرا لمس۔اس کے بعد وہ زاہرہ بی کے گھر بچوں کو قرآن پڑھانے جاتی۔زاہرہ بی محلے کی باوقار اور قابل عزت خاتون تھیں۔ ھیر نے قرآن پڑھنا انہی سے سیکھا تھا، اور اب انہی کے ساتھ بچوں کو پڑھاتی تھی۔زاہرہ بی کو ھیر سے بے حد محبت تھی۔جب تک دن میں دو تین بار اُسے نہ دیکھ لیتیں، انہیں سکون نہ آتا تھا۔زاہرہ بی کے گھر سے واپسی پر وہ ریسٹورنٹ چلی جاتی، اور شام چھ بجے کے قریب وہاں سے نکل کر پارک کا رخ کرتی۔۔۔جہاں اُس کی روزانہ میر علی صاحب سے ملاقات ہوتی تھی۔ان کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ تھی، بس ایک دن پارک میں کسی موضوع پر بات چیت ہو گئی تھی۔آہستہ آہستہ دوستی میں بدل گئی۔۔۔بنا ارادے کے، بنا اعلان کے۔چند دن پہلے میر علی صاحب نے ہی اُسے ایک کمپنی کا کارڈ دیا تھا، انٹرویو کے لیے۔

"ہائے میں مر گئی۔۔۔ آج تو میرا انٹرویو ہے!" اچانک یاد آنے پر وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی، اور تیزی سے تیار ہونے لگی۔

باہر سے ماں کی آوازیں آ رہی تھیں، اور وہ حسبِ معمول "آئی اماں، آئی اماں" کی گردان دہرا رہی تھی۔ اس چھوٹے سے گھر میں دو کمرے اور ایک لاؤنج تھا، جس کے ساتھ جڑا ہوا ایک چھوٹا سا کچن، جہاں ٹیبل کے گرد چار کرسیاں لگی تھیں۔ وہیں سب کھانا کھاتے تھے۔ اس گھر میں صرف دو افراد تھے۔۔۔ ہیر اور اُس کی ماں، رخصار بیگم۔

"بس اماں، اب ناشتہ بھی لا دیں یا آج ڈانٹ سے ہی پیٹ بھر کر جاؤں؟" وہ ٹیبل پر سر رکھ کر بیزاری سے بولی۔ رخصار بیگم ٹھیک دو منٹ بعد ناشتہ لے کر آ گئیں۔

انہوں نے اپنی نشست سنبھالی تو ہیر نے فکر مندی سے پوچھا، "اماں، اب طبیعت کیسی ہے؟ دوائیاں ٹائم پر لے رہی ہیں نا؟" اگرچہ وہ صبح کی دوا دے کر جاتی، مگر دوپہر کی دوا کے لیے کئی بار فون کرتی تھی۔ اگر شام کو جلدی گھر آ جاتی تو خود دوا کھلاتی، ورنہ ماں خود ہی کھا لیتیں۔

پچھلے کچھ دنوں میں وہ کام میں اس قدر الجھی رہی کہ ماں کا ویسا خیال نہ رکھ پائی۔ اب شرمندگی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ "ہاں بیٹا، میں ٹھیک ہوں۔ تم زیادہ فکر نہ کیا کرو۔" رخصار بیگم نے نرمی سے کہا۔ ہیر نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہو سکی۔

"امی، فکر مت کریں۔ جیسے ہی آپ کا علاج شروع ہو گا، میری تنخواہ بھی آ جائے گی۔ پھر سب مسئلے منٹوں میں حل ہو جائیں گے!" وہ خوشدلی سے چٹکی بجاتے ہوئے بولی۔

"اللہ جی سب دیکھ رہے ہیں، اور آپ کو تو پتہ ہے نا، ہمارا اللہ ہماری برداشت سے زیادہ آزمائش نہیں ڈالتا۔" رخصار بیگم نے مسکرا کر اُسے دیکھا۔

"ویسے ہیر، کل تم نے وہ سب کیسے کر لیا؟" اچانک رخصار بیگم کو کچھ یاد آیا۔

"ارے وہ؟" ہیر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "میں نے میر علی صاحب کو کال کی تھی۔ انہوں نے کہا تھا کہ زندگی میں جب بھی ضرورت پڑے، بس ایک کال کر دینا۔۔۔ اور میں نے کر دی!" وہ بے فکری سے کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔

"پھر میں نے انہیں ساری روداد سنائی، اور انہوں نے وعدہ کیا کہ میری فائل مجھے واپس پہنچ جائے گی۔ اور جو دینے آئے گا، میں اُسے وہ فائل واپس کر دوں گی جو میرے پاس ہے۔ اچھا اب میں چلتی ہوں، ورنہ دیر ہو جائے گی!" وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اچانک کڑک کی آواز آئی۔۔۔ اُس کا موبائل گود سے نیچے گر کر زمین بوس ہو گیا۔ اس نے جلدی سے موبائل اٹھا کر دیکھا۔۔۔ موبائل سلامت تھا۔

"ہیر دھیان کہاں ہوتا ہے تمہارا؟" رخصار بیگم نے غصے سے کہا۔

"اماں، میں ٹھیک ہوں۔" ہیر نے ماں کو تسلی دی۔

"میں تمہاری نہیں، تمہارے موبائل کی بات کر رہی ہوں! اگر یہ ٹوٹ جاتا تو نیا لینے کے لیے کس کو پیچتی؟" ماں کی بات سن کر ہیر کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"میں سمجھی میری فکر میں ہلکان ہو رہی ہیں آپ، مگر نہیں۔۔۔اس گھر میں جھاڑو سے چولہے تک سب کی فکر ہے، ہیر کسی گنتی میں آتی ہی نہیں!" وہ مصنوعی ناراضی سے بولی اور باہر جانے لگی۔

پیچھے سے رخصار بیگم مسکرا کر اُس کے قریب آئیں، "بیٹا، تم ایسا کیوں سوچتی ہو؟" انہوں نے اُسے اپنے بازوؤں میں بھرا اور پیار سے کہا، "دراصل یہ سب میرے ماں باپ کا قصور ہے۔اگر مجھے دو چار جماعتیں پڑھا دیتے تو آج مجھے گنتی آتی ہوتی۔۔۔اور ہیر بھی میری گنتی میں شامل ہوتی!" وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولیں۔

ہیر نے کھلی آنکھوں سے انہیں دیکھا، "اماں۔۔۔!" پھر پیر پٹختی باہر چلی گئی۔ پیچھے سے رخصار بیگم کا قہقہہ بلند ہوا، "اللہ میری بیٹی کو ہر بری آفت سے محفوظ رکھے!" وہ دعا دیتی مسکراتے ہوئے کچن کی جانب چل دیں۔

●●●

وہ سڑک کے پار ایک عمارت کو اشتیاق سے دیکھ رہی تھی۔چند لمحے یونہی بیت گئے، پتہ ہی نہ چلا۔پھر وہ آہستہ سے آگے بڑھی تاکہ سڑک پار کر سکے۔ابھی وہ بیچ سڑک میں پہنچی ہی تھی کہ اچانک سامنے سے آتی گاڑی کی تیز روشنی نے اس کی آنکھوں کو چندھیا دیا۔ایک دل دہلا دینے والی چیخ فضا میں گونجی۔

اس کے ہاتھوں میں پکڑی فائلز اور بیگ زمین پر بکھر چکے تھے۔وہ دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے زمین میں گڑ سی گئی۔گاڑی کے ہارن کی مسلسل آواز جیسے کسی جنگ کا الارم ہو، اس کے اعصاب پر برس رہی تھی۔چند لمحوں کو لگا جیسے وقت تھم گیا ہو۔

اللہ کا شکر تھا کہ وہ بچ گئی، ورنہ گاڑی والے کی رفتار اور ارادہ کچھ اچھا نہ لگ رہا تھا، گویا جیسے اسے روند ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہو۔لوگ رکنے لگے تھے۔کچھ فاصلے پر بچے کھچے تھیلے والے بھی رک کر دیکھنے لگے۔مسلسل بجتے ہارن پر اس کے چہرے پر غصہ اترنے لگا۔وہ تیزی سے مڑی، گاڑی کے دروازے کی طرف بڑھی اور بغیر سوچے سمجھے فرنٹ ڈور کھول کر اندر بیٹھے شخص کا گریبان تھام کر اسے جھٹکے سے باہر کھینچ لیا۔حسان ہڑبڑا گیا۔یہ منظر دیکھتے ہی وہاں لوگوں کی بھیڑ جمع ہونے لگی۔لوگ ایک نیا تماشا دیکھنے کو تیار ہو چکے تھے۔یہ لڑکی جہاں جاتی تھی، گویا بغیر ٹکٹ کے سب کو ایک فلم دکھا دیتی تھی۔

"اگر تمہیں نظر نہیں آتا تو چشمہ لگا لو! چاہے تم کروڑوں کی گاڑی میں گھومتے ہو، مگر یہ سڑک تمہارے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔کیا تم نے ہمیں کیڑے مکوڑے سمجھ رکھا ہے کہ

جہاں چاہو روند دو؟!" اس کے الفاظ گرج رہے تھے۔آواز میں وہ غصہ تھا جو کئی برسوں کی بے بسی سے پیدا ہوتا ہے۔چہرے پر پسینے کی ہلکی سی نمی اور آنکھوں میں وہ آگ جو کسی طوفان سے پہلے آسمان پر چمکتی ہے۔لوگ اب قریب آ گئے تھے۔کچھ نے ویڈیوز نکالنے کی کوشش کی مگر ساتھ کھڑی سیاہ شیشوں والی گاڑیوں میں موجود گارڈز نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک دیا۔یہ کوئی عام لڑکی نہیں لگتی تھی۔۔۔اور سچ میں وہ عام نہ تھی۔

"جانتے نہیں ہو مجھے؟ میں صرف شکل سے غریب نظر آتی ہوں، ورنہ میں تمہیں ایسا قانونی سبق سکھاؤں گی کہ اگلی نسلیں یاد رکھیں گی!" اس نے انگلی اس کے چہرے کے قریب کی، جیسے عدالت میں گواہی دے رہی ہو۔

"ہیر کا دل بہت بڑا ہے، ویسے تو میں سزا پر یقین رکھتی ہوں لیکن چونکہ اللہ معاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے تو آج تمہیں معاف کر رہی ہوں۔لیکن سن لو۔۔۔ہیر کا دل اتنا بھی بڑا نہیں ہے کہ ہر بار معاف کر دے۔"وہ اسے سخت نظروں سے گھورتے ہوئے تیزی سے واپس مڑ گئی۔فضا اب بھی ساکت تھی اور حسان۔۔۔وہ تو بس ساکت کھڑا رہ گیا۔وہ اس لڑکی کو پہچان چکا تھا لیکن شاید وہ اسے نہیں پہچان پائی تھی۔یہ تو وہی لڑکی تھی جو اس دن ریسٹورنٹ میں اس سے ٹکرائی تھی اور انکی فائلز ایکسچینج ہو گئی تھیں۔

لوگوں کی سرگوشیاں، کیمروں کے فلیش اور ہیر کی گرج دار آواز۔۔۔سب کچھ اس کے دماغ میں گونجتا رہا۔کچھ لمحوں بعد جب سب کچھ تھما تو حسان نے نظریں نیچی کر لیں۔دل

میں ایک چھبن سی تھی۔۔۔شاید شرمندگی، شاید غصہ۔لیکن اس نے فیصلہ کر لیا تھا۔اگلی بار وہ یہ بدتمیزی ہرگز برداشت نہیں کرے گا۔اس کی آنکھوں میں ایک سرخ روشنی جھلکنے لگی۔جیسے کچھ پلنے لگا ہو اندر۔

•••

دوپہر کی چائے کا وقت ہو چلا تھا۔کچن سے ہلکی ہلکی الائچی اور چولہے پر چڑھے دودھ کی خوشبو پورے گھر میں پھیلی ہوئی تھی۔رخسار بیگم ہنڈیا کو دم پر رکھ کر ہاتھ دھوتے ہوئے باہر نکلیں ہی تھیں کہ دروازے پر ایک باوقار سی دستک سنائی دی۔

"آرہی ہوں۔۔۔"انہوں نے قدرے بلند آواز میں کہا اور جلدی سے دوپٹہ سر پر اچھی طرح جما لیا۔دروازے پر پہنچیں تو غیر ارادی طور پر دل میں دُعائیں پڑھتی جا رہی تھیں۔۔۔جیسے کسی انہونی کی پیشگی آہٹ ہو۔

دروازہ کھولا، تو منظر کچھ ایسا تھا کہ رخسار بیگم کی آنکھیں چند لمحے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ سامنے ایک انتہائی باوقار اور شاندار شخصیت کھڑی تھی۔بالوں کو نفاست سے پیچھے کیا گیا، تھری پیس سوٹ میں ملبوس، چہرے پر متانت، اور آنکھوں میں گہرائی۔ان کے عقب میں کئی ملازم کھڑے تھے جن کے ہاتھوں میں رنگ برنگے تحائف، پھلوں کے ٹوکرے، میٹھائیوں کے ڈبّے، اور گلابوں سے بھرے گلدستے تھے۔

"السلام علیکم۔۔۔یہ ہیر آیاز کا گھر ہے؟" انکی آواز نرم لیکن بااثر تھی۔

"جی۔۔۔جی، یہ ہیر ہی کا گھر ہے۔۔۔۔"رخصار بیگم کچھ سنبھلتے ہوئے بولیں۔

"کیا آپ ان کی والدہ ہیں؟"

"جی، میں ان کی ماں ہوں۔"

"میرا نام آغا میر علی ہے۔ہیر نے شاید میرا ذکر کیا ہو گا آپ سے؟" رخصار بیگم نے سر اثبات میں ہلایا۔

"جی، وہ اکثر ذکر کرتی ہے۔۔۔"یہ وہ شخصیت تھیں جن کے بارے میں ہیر نے انہیں بہت کچھ بتا رکھا تھا۔

وہ کچھ اور کہنے والی تھیں کہ آغا صاحب دھیرے سے بولے۔"اگر مناسب سمجھیں تو اندر آ کر بات کروں؟ کچھ ضروری بات ہے۔"یہ سنتے ہی رخصار بیگم کو اپنی کوتاہی کا احساس ہوا۔

"جی جی، آیئے ضرور۔۔۔"وہ ایک طرف ہو گئیں۔میر علی صاحب اندر داخل ہوئے تو ملازموں نے خاموشی سے سارے تحائف ڈرائنگ روم میں رکھ دیے۔کچھ ہی دیر میں وہ سب خاموشی سے لوٹ گئے، بس آغا میر علی وہیں موجود تھے۔کمرے میں ایک باوقار خاموشی چھائی ہوئی تھی۔رخصار بیگم نے دل پر ہاتھ رکھا۔کچھ تو خاص بات تھی۔

"دیکھیں، میں سیدھی بات کرتا ہوں۔۔۔وقت کم ہے، زندگی بےیقین، اور نیت صاف۔" انہوں نے نرم لہجے میں آغاز کیا۔

"میں آپ کی بیٹی ہیر کے لیے اپنے بیٹے حسان کا رشتہ لے کر آیا ہوں۔کیا آپ اپنی بیٹی کو میرے گھر کی عزت بنا کر بھیجیں گی؟" ایک پل کو تو کمرے کی فضا جیسے جامد ہو گئی۔

رخصار بیگم کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔زبان پر گویا قفل لگ گیا۔جیسے کانوں نے کچھ غلط سن لیا ہو۔وہ ہونٹ ہلانے لگیں مگر لفظ نہ نکلے۔

"ج۔۔۔جی۔۔۔؟" یہ بس ایک دھیمی سرگوشی سی تھی۔میر علی صاحب نے ان کی الجھن بھانپ لی۔

"آپ وقت لے لیجیے۔میں کوئی زبردستی کرنے نہیں آیا۔آپ جانچ لیجیے، پرکھ لیجیے۔"وہ چند لمحے رکے، پھر آہ بھر کر گویا ہوئے۔"اگر میری بیوی آج زندہ ہوتیں، تو وہ خود آپ سے یہ بات کرنے آتیں۔مگر قسمت کا لکھا کون مٹا سکتا ہے۔آج یہ سعادت مجھے ملی۔"

اس دوران رخصار بیگم کی پلکیں بھیگنے لگیں۔یہ سب کچھ۔۔۔اتنا عظیم، اتنا اچانک۔۔۔جیسے کوئی دعا برسوں بعد قبول ہوئی ہو۔پھر آغا میر علی کا فون بجا۔

"میں اجازت چاہوں گا۔۔۔لیکن فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔جلدی نہیں ہے، سکون سے سوچ لیجیے گا۔"یہ کہتے ہوئے وہ فون کان سے لگا کر باہر چلے گئے۔ان کے قدموں کی چاپ رفتہ رفتہ مدھم ہوتی چلی گئی۔

رخصار بیگم وہیں بیٹھ گئیں۔ نظریں ان گلدستوں پر تھیں، دل کہیں اور۔ پلکوں پر حیرت، لبوں پر بے اختیار دعائیں۔۔۔ یہ خواب تھا یا حقیقت؟ شاید رب نے آج کسی کی فریاد سن لی تھی۔

●●●

"کین آئی کم اِن، سر۔۔؟" شفاف گلاس ڈور پر ہلکی سی دستک کے ساتھ اس نے پوچھا۔ آواز میں خود اعتمادی تھی، مگر آنکھوں کی چمک میں کوئی غیر مرئی ارتعاش چھپا تھا۔

"یس۔۔۔" اندر سے سرد، مصروف سا جواب آیا۔ دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی۔

سامنے مہنگی لکڑی کی میز کے پیچھے، ایک مہنگے سیاہ سوٹ میں ملبوس شخص رولنگ چیئر پر بیٹھا تھا۔ اس کی انگلیاں لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر برق رفتاری سے چل رہی تھیں۔ آفس کی مدھم نیلی روشنی، شیشے کی دیواروں سے چھن کر اندر آ رہی تھی، اور ماحول میں ایک پیشہ ورانہ خاموشی گونج رہی تھی۔ ہیر کی نظر جیسے اس چہرے سے ٹکرائی۔۔۔ ایک پل کو وقت جیسے منجمد ہو گیا۔ سانس کی ڈوری لرزی۔ وجود میں ارتعاش سا اٹھا۔

زندگی کا پہلا دھچکا؟ دل چاہا، ابھی، اسی لمحے، واپس دروازہ کھولے اور نو دو گیارہ ہو جائے۔ وہ ایک قدم پیچھے لینے ہی والی تھی کہ لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹ چکی تھیں۔

اب وہ آنکھیں براہِ راست اس پر تھیں۔

ہیر نے لمحہ بھر کو زور سے آنکھیں میچ لیں، جیسے ہر احساس سے نجات چاہتی ہو۔ پھر گہرا سانس لے کر خود کو سنبھالا، اور پورے اعتماد سے آگے بڑھی۔ کرسی کھینچی اور بے پروا انداز میں بیٹھ گئی۔ ایک ٹانگ دوسری پر چڑھائی۔ گویا تخت نشین ہو۔

"مس ہیر آیاز، ہئیر فار دی انٹرویو۔" اس نے فائل میز پر رکھ کر آرام سے اس کی طرف سرکائی۔

سامنے بیٹھا شخص۔۔۔ حسان میر۔۔۔ ابھی بھی سانس روکے اسے گھور رہا تھا۔ یہ وہی تھی۔۔۔ وہی لڑکی۔۔۔ جس نے کچھ دیر پہلے، سرِ راہ، بیچ چوراہے پر، اس کی عزت کا تیاپانچہ کیا تھا۔ اب، اسی وقار کے ساتھ، آفس میں اس کے سامنے براجمان تھی۔۔۔ جیسے وہ پہچانتی ہی نہ ہو۔

"آپ۔۔۔؟ یہاں۔۔۔؟" حسان کی آواز حیرت میں ڈوب گئی۔

"آپ مجھے جانتے ہیں۔۔۔؟" ہیر نے مصنوعی تعجب سے پوچھا، جیسے واقفیت کا کوئی نشان بھی نہ ہو۔

"کوئی بات نہیں، ہوتا ہے، ہوتا ہے۔۔۔" وہ شرارتی سنجیدگی سے مسکرا کر بولی۔ "کبھی کبھی نا مجھے بھی لگتا ہے کہ یہ سب پہلے ہو چکا ہے، لیکن حقیقت میں ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ شاید

آپ کو بھی ایسا ہی لگ رہا ہے؟ چلیں، انٹرویو شروع کریں؟" یہ کیا تھا؟ جادو؟ ڈھٹائی؟ یا کوئی مشن؟ حسان کا دماغ گھوم رہا تھا۔ اتنی ہمت؟ اتنا اعتماد؟ ابھی تو اس نے اس لڑکی کو سڑک پر چیختے، للکارتے دیکھا تھا۔ اور اب۔۔۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

"ہمیں صرف ایک ورکر کی ضرورت تھی، جو اب پوری ہو چکی ہے۔" وہ سرد لہجے میں بولا، جیسے کاغذ پر آخری لکیر کھینچ رہا ہو۔

"آپ کو میری ضرورت ہے، مسٹر حسان میر۔" اس کی آواز میں شیرنی جیسا وقار تھا۔

"کہنا کیا چاہتی ہو، لڑکی؟" حسان کا صبر چھلکنے کو تھا۔

"یہی کہ مجھے جاب پر رکھنا پڑے گا، ہر حال میں۔" اس نے دونوں کہنیاں میز پر ٹکائیں، انگلیوں کی پوریں آپس میں جوڑیں، اور پلکیں جھپکاتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟" حسان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"جی بالکل۔۔۔ کیونکہ میں دے سکتی ہوں۔" اب وہ کرسی سے پشت ٹکائے بیٹھ گئی۔ اس کے انداز میں وہ ٹھہراؤ تھا جو صرف انہیں آتا ہے جو کسی اندرونی فتح کے ساتھ آتے ہیں۔

"یہ میرا آفس ہے۔۔۔" حسان نے کمر سیدھی کی، جیسے اقتدار یاد دلانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"اور یہ آفس بند ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔۔۔"وہ ایک ایک لفظ چبا چبا کر ادا کر رہی تھی، "اگر میری امیدوں پر پورا نہ اترا گیا تو۔ایسے ایسے الزامات میں پھنسیں گے کہ سنبھلنا مشکل ہو گا۔"گہری خاموشی مگر کمرے کی یہی خاموشی اب شور بن گئی تھی۔صرف ایر کنڈیشنر کی سرسراتی ہوا سنائی دے رہی تھی۔

"تو میں جاب پکی سمجھوں؟" وہ فائل اٹھاتے ہوئے بولی، جیسے یہ صرف رسمی گفتگو ہو۔

"کافی بنا کر لاؤ میرے لیے۔۔۔"حسان کی آواز میں ضبط کی تلخی گھلی تھی۔

"ایکسکیوز می۔۔۔؟" ہیر نے ابرو اچکایا، جیسے مذاق سمجھا ہو۔

"کیا آپ بہری ہیں؟" حسان نے واپس لیپ ٹاپ پر نظریں مرکوز کیں۔

"جی ٹھیک ہے۔۔۔"وہ ہلکا سا جھک کر مسکرائی، اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

●●●

"میم، آپ کو کوئی مدد چاہیے۔۔۔؟" وہ ابھی کچن کی دہلیز پر قدم رکھنے ہی لگی تھی کہ ایک لڑکا، جو شاید اسٹاف میں نیا تھا، جھجکتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

ہیر نے اس پر ایک سرسری نظر ڈالی، پھر اپنی نظریں اس کے چہرے پر جما دیں۔"جی، مجھے ایک پیکٹ مرچ چاہیے۔اور وہ بھی شدید تیکھی والی۔۔۔"اس نے اپنے مخصوص اعتماد بھرے لہجے میں کہا، جیسے مرچ بھی کسی مشن کا حصہ ہو۔

"جی۔۔۔؟" لڑکے نے الجھن سے پلکیں جھپکائیں، جیسے وہ یقین نہ کر پا رہا ہو کہ اس سے مرچ مانگی جا رہی ہے یا کسی پوشیدہ راز کی چابی۔ لیکن ہیر اس سے نظریں ہٹا چکی تھی۔ وہ قدم بڑھا کر کچن میں داخل ہو گئی۔ لڑکا بدستور ویسے ہی کھڑا رہ گیا، جیسے کسی ان دیکھے جادو کے زیر اثر آ گیا ہو۔

اندر، کچن کی ہلکی مدھم روشنی اور آراستہ شیلفوں کے درمیان، ہیر نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اللہ جی۔۔۔" اس کی نگاہیں چھت کی جانب اٹھیں، "آپ کو تو پتا ہے نا، ہیر غلط نہیں ہے۔ وہ صرف لوگوں کو احساس دلانا چاہتی ہے۔۔۔ کہ وہ اکیلے نہیں، دوسروں کو بھی انسان سمجھیں۔ اور ایسے لوگوں کو انسان بنانا، ہیر کو آتا ہے۔۔۔"

اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی، مگر آنکھوں میں ایک چمک۔۔۔۔ جیسے کوئی بڑی چال چلنے والی ہو۔

اس نے کافی کا مگ اٹھایا۔ اچانک اس کی نظر ایک کونے میں لگے کیمرے پر پڑی۔۔۔ چھوٹا سا، سیاہ، مگر تیز نظروں والا۔ "اوہو۔۔۔ اچھا، تو ہیر صاحبہ کیمرے کی آنکھ میں قید ہو رہی ہیں۔" اس نے شرارتی انداز میں ایک آنکھ دباتے ہوئے سرگوشی کی۔

اس کے بیگ میں ہاتھ گیا۔ کوئی بھاری، گول سی چیز ہاتھ میں آئی۔۔۔ دیکھے بغیر اس نے نشانہ لیا اور کیمرے کی طرف اچھال دیا۔ کڑک۔۔۔! شیشے کی تیز آواز گونجی، جیسے خاموشی کا پردہ چاک ہو گیا ہو۔ اگلے ہی لمحے، کچھ اس کے سر سے ٹکرا کر نیچے گرا۔

"اوئی۔۔۔!" اس نے جھٹ سے سر پر ہاتھ رکھا اور حیرت سے زمین کی طرف دیکھا۔

"پیاز۔۔۔؟" وہ بے یقینی سے بولی، جیسے یقین نہ آ رہا ہو کہ اس کے بیگ سے کیمرہ شکن پیاز نکلا ہے۔

"یہ پیاز یہاں کیسے۔۔۔؟" اس کی ہنسی چھوٹ گئی،

"اللہ جی، مکافات پر یقین رکھتی ہوں میں۔ لیکن یہ جو انسان ایک لڑکی پر نظریں رکھے بیٹھا تھا... اب آپ ہی بتائیں، کسی لڑکی پر نظر رکھنا کون سا اچھا کام ہے۔۔۔؟ آج تو کیمرے کی آنکھ پھوڑی ہے، کل اس بندے کی آنکھ بھی پھوڑوں گی۔۔۔" اس نے پیاز کو ایک فنکارانہ گھماؤ سے ہوا میں اچھالا، جیسے وہ کوئی فٹبالر ہو جو گول مارنے جا رہا ہو۔

●●●

دوسری طرف۔۔۔دفتر کی اسکرین پر جھریاں سی آئیں، اور ہلکی چرچراہٹ کے ساتھ وہ سیاہ ہوگئی۔حسان کی سانسیں جیسے رک گئیں۔اس کے ہاتھ خود بہ خود ٹائی کی ناٹ تک گئے، وہ اسے ڈھیلا کرتا کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ۔۔۔یہ۔۔۔"اس کی آواز میں بے یقینی، غصہ اور شرمندگی سب کچھ شامل تھا۔تبھی دروازے پر ایک دھیمی سی دستک ہوئی۔

"کم اِن۔۔۔"وہ بمشکل بولا۔دروازہ کھلا۔ہیر اندر داخل ہوئی۔ہاتھ میں کافی کا مگ تھا۔

"سر، آپ کی کافی۔۔۔"اس نے مگ میز پر رکھا۔حسان نے شک بھری نظر سے مگ کو گھورا۔ہیر پیر جھلاتے ہوئے، آرام سے کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔جیسے آفس کی واحد مالکن ہی وہی ہو۔

اس نے گھونٹ بھرا۔۔۔اور اگلے ہی لمحے، بری طرح کھانسنے لگا۔آنکھوں سے پانی اور کان سے دھواں نکل رہا تھا۔چہرہ سرخ، ناک چھٹنے کو تیار۔بمشکل پانی کا گلاس اٹھا کر ایک ہی سانس میں پی گیا۔

"لڑکی۔۔۔!تم نے میری کافی میں مرچ ڈال دی۔۔۔؟" اس کا غصہ اب دہکتے انگارے کی مانند تھا۔اس نے پانی کا خالی گلاس فرش پر دے مارا۔۔۔کڑک۔۔۔!کانچ کے ٹکڑے فرش

پر بکھر گئے۔ ہیر نہ گھبرائی، نہ ہی ملامت کی۔ الٹا بے نیازی سے بولی۔ "کیا سر۔۔۔؟ مرچ۔۔۔؟" وہ جیسے معصومیت کی تصویر بنی ہوئی تھی۔

"لائیں، مجھے دکھائیں۔۔۔" اس نے وہی مگ اٹھایا، ایک گھونٹ پیا۔۔۔اور شان بے نیازی سے واپس رکھا۔ حسان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ یہ لڑکی اتنی مرچی والی کافی ایسے پی گئی۔۔۔؟ اسے شک ہوا۔۔۔شاید وہ ہی غلطی پر تھا؟

"کچھ بھی تو نہیں سر۔۔۔" ہیر نے ٹشو سے اپنے ہونٹ ہلکے سے تھپتھپائے۔ اس کی نظریں حسان پر جمی تھیں، اور حسان کی نظریں کافی کے مگ پر۔ شاید دوبارہ چکھنے سے سچ کا پتہ چلے۔ اس نے ہمت کر کے ایک اور گھونٹ لیا۔۔۔اور پھر وہی انجام۔ بری طرح کھانستا، دہکتا، سانس پھنس گئی۔

"کیا ہوا سررر۔۔۔؟" ہیر نے مصنوعی پریشانی سے پوچھا۔

"لیو۔۔۔!" اس نے بمشکل آواز نکالی۔

"مگر سر۔۔۔"

"آئی سیڈ۔۔۔جسٹ۔۔۔لیو۔۔۔!" وہ حلق کے بل چلایا۔

ہیر مسکراتی ہوئی کھڑی ہوئی۔ باہر نکلتے ہی وہ دوڑتی ہوئی کچن میں داخل ہوئی۔۔۔۔راستے میں کرسی، سٹول، کیچن کا سامان سب کچھ گراتی چلی گئی۔ چینی کا ڈبہ کھولا، دو چمچ منہ میں

ڈالے۔ تھوڑا سکون ملا۔ سانس گہری لی، خود کو نارمل کیا۔ اور پھر دوبارہ واپس جانے کو پلٹی۔۔۔ مگر آنکھوں میں اب بھی چمک تھی۔۔۔ کھیل ابھی باقی ہے۔

●●●

"السلام علیکم بابا!" وہ شاید ابھی آفس سے آیا تھا۔ جیسے ہی دروازے سے اندر داخل ہوا، سیدھا اس کمرے کا رخ کیا جہاں میر علی صاحب آرام دہ کرسی پر بیٹھے کسی کتاب کے مطالعے میں گم تھے۔

"وعلیکم السلام!" انہوں نے کتاب بند کرتے ہوئے چہرے پر پیار بھری مسکراہٹ سجائی۔ یہی تو تھا ان کی کل کائنات۔۔۔ ایک ہی بیٹا، جو بیوی کے جانے کے بعد ان کی زندگی کا سہارا بن گیا تھا۔

"کیسا رہا دن۔۔۔؟" روز کا معمول تھا۔ باپ بیٹے کے بیچ یہ محبت بھرا سوال جواب روز ہوتا، مگر آج حسان کے چہرے پر ایک عجیب سا تناؤ تھا۔ آنکھوں میں ہلکی سی سرخی اور چہرے پر چھپا ہوا غصہ۔ مگر وہ کچھ کہنا نہیں چاہتا تھا۔ مختصر سا "اچھا گزرا" کہہ کر چپ ہو گیا۔

وہ اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف جانے ہی لگا تھا کہ میر علی صاحب نے اسے آواز دی۔ "مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے، بیٹھو۔" حسان واپس آ کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔

"میں چاہتا ہوں اب تم شادی کر لو۔" ان کے لہجے میں نرمی تھی، مگر آنکھوں میں فیصلہ جھلک رہا تھا۔ حسان نے نظریں چرائیں، جیسے پہلے سے جانتا ہو یہ بات آنے والی ہے۔

"بابا، میں آپ کو پہلے بھی بتا چکا ہوں۔۔۔ میری زندگی میں کوئی لڑکی نہیں ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ کوئی آئے گی بھی نہیں۔۔۔ کیونکہ تمہارے لیے جو لڑکی ہونی چاہیے، وہ عام نہیں ہو سکتی۔ اور اس کا انتخاب بھی میں خود کروں گا۔" ان کی آنکھوں میں اعتماد تھا، لہجے میں سکون۔ حسان نے ایک لمحے کے لیے ان کی طرف دیکھا، پھر دھیرے سے سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے، جیسے آپ چاہیں۔"

"لڑکی کو دیکھنا نہیں چاہو گے؟"

"نکاح کے وقت دیکھ لوں گا۔" وہ جاتے جاتے کہہ گیا۔ میر علی صاحب کی لبوں پر ہلکی سی فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

●●●

"نہیں کریں اماں۔۔۔ میر علی صاحب؟ وہ بھی ہمارے گھر؟"

ہیر حیرت سے منہ کھولے اپنی ماں کے پیچھے کچن میں گھسی چلی آئی۔"اور وہ بھی رشتہ لے کر؟ میرے لیے؟ اماں، ایک بار پھر بتائیں نا پلیز۔"وہ اپنی ماں کے اردگرد منڈلا رہی تھی جبکہ رخصار بیگم سکون سے چمچ ہلا رہی تھیں۔

"اب اگر تُو نے ایک بار اور پوچھا تو جوتی اتاروں گی!" رخصار بیگم کا پارا چڑھ گیا۔

"تو میرا رشتہ۔۔۔مطلب واقعی؟ اماں، آپ نے کیا جواب دیا؟"ہیر جلدی سے سلیب پر چڑھ بیٹھی۔

"میں نے کچھ نہیں کہا۔صرف اتنا کہا کہ لڑکی سے بات کر کے بتاؤں گی۔"

"اماں، آپ نے لڑکے کی تصویر مانگی تھی؟"

"ہیر، میں تصویر مانگتی ہوئی اچھی لگتی کیا؟" ماں نے ناک چڑھائی تو ہیر جھٹ سلیب سے نیچے اتری۔ابھی وہ کچھ اور کہتی کہ فون بجنے لگا۔اسکرین دیکھتے ہی اس کی چیخ نکلی۔"ہائے میں مر گئی! مجھے آڈر تیار کرنا تھا!" وہ اپنی زبان دانتوں تلے دباتی، تقریباً دوڑتی ہوئی کچن سے نکلی۔

"کتنی بار کہا ہے، ایسے نہیں بولا کرو!" ماں کی ڈانٹ پیچھے سے ابھری، مگر وہ تو ٹھہری ہیر۔۔۔صدا کی ڈھیٹ!

اپنے کمرے میں جا کر اس نے تیزی سے سارا سامان نکالا، اور بیڈ پر بیٹھ کر کام میں جُت گئی۔

"اللہ جی۔۔۔خواب تو بس ایک ہی ہے، کوئی ہاشم، جہان، یا فارس جیسا مل جائے۔مگر یہاں سب جلال انصر اور ولید لغاری جیسے ہی کیوں آتے ہیں؟" وہ بڑبڑائی، پھر خود ہی مسکرائی۔

"خیر، ہیر آیاز اپنی زندگی خود آسان بنا سکتی ہے۔۔۔بس محنت کرنی پڑے گی۔ڈبل، ٹرپل محنت!" اس کا دل پرُامید تھا۔اسے یقین تھا کہ اسکا رب اسے اسکے نصیب کا بہترین حصہ دے گا۔سارا کام ختم کر کے اس نے وضو کیا، نماز پڑھی، اور پھر ناول لے کر بیڈ پر لیٹ گئی۔یہ اس کی دنیا تھی۔دعا، ادب، تنہائی اور خواب۔نیند کب آئی، اسے پتہ ہی نہ چلا۔ موبائل ہاتھ سے پھسل کر بیڈ پر گرا، اور کمرے میں ایک سکون سا اتر آیا۔

●●●

اگلے دن وہ آفس کے لیے مکمل تیار ہو کر جیسے ہی دوسرے فلور پر پہنچی، چہرے پر حسبِ معمول بے نیازی کا ہلکا سا تاثر لیے، بے دھیانی میں تیز قدموں سے آگے بڑھتے ہوئے کسی سے زور سے ٹکرا گئی۔ساتھ ہی اس کا موبائل ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے جا گرا۔

اس کا موبائل فرش پر جا گرا۔ آواز خاصی تیز تھی۔ ہیر کی آنکھیں ایک پل میں غصے سے دہکنے لگیں، جیسے کسی نے اس کی سب سے قیمتی چیز زمین پر پٹخ دی ہو۔ سامنے وہی شخص کھڑا تھا، جسے وہ کل "تمیز کا لیکچر" دینے والی تھی۔۔۔ حسان! وہ مینیجر کے ساتھ بات کرتے ہوئے آ رہا تھا، مگر ٹکر کے بعد فوراً رکا اور مینیجر کو اشارہ کیا کہ وہ آگے چلا جائے۔

ہیر نے موبائل اٹھانے سے پہلے اسے گھورا اور پھر تپ کر بولی، "تم نے میرا موبائل توڑ دیا؟ تمہیں پتہ ہے اس میں میرے سالار، جہان فارس اور ہاشم تھے!" حسان ایک لمحے کو رک گیا۔ چہرے پر حیرت اور ذہن میں بے شمار خیالات۔ "یہ تو حد ہی ہو گئی۔۔۔ ایک وقت میں چار چار لڑکوں سے بات؟" اس نے کچھ نہیں کہا، بس ایک گہری سانس لی اور دل ہی دل میں سوچا، "لڑکے تو ویسے ہی بدنام ہیں، یہاں تو لڑکیوں نے بھی ایک وقت میں چار چار کو پھنسا رکھا ہے۔۔۔"

"تم۔۔۔" ہیر نے انگلی اٹھا کر اسے گھورا۔

"آپ۔۔۔" حسان نے فوراً اس کی انگلی نیچے کرتے تحمل سے کہا۔

"ہاں میں ہی۔۔۔" وہ بے دھیانی میں بولی۔

"میں کہہ رہا ہوں، آپ بولیں، 'تم' نہیں!" اس کی آواز سخت تھی، مگر لہجہ متوازن۔

"تمہیں اور آپ۔۔۔" وہ ہنسی دبانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی، "کیا فرق ہے آخر؟"

"لڑکی، تمیز سے بات کرو۔۔۔!" پیچھے سے گارڈ نے کہا ہی تھا کہ اتنے میں حسان کا موبائل بج اٹھا۔اس نے سکرین دیکھی، کچھ دیر کو چہرے پر جھنجھلاہٹ آئی اور پھر وہ فون کان سے لگاتے ہوئے وہاں سے روانہ ہو گیا۔ہیر کی مٹھیاں غصے سے بند ہو گئیں۔"کتنا ڈھیٹھ انسان ہے! جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔"

اس نے نیچے سے اپنا موبائل اٹھایا، اسکرین چیک کی، " میری طرح ڈھیٹھ ہے میرا موبائل بھی، پھر سے بچ گیا۔خیر ! اصل میں سارا قصور تو ان چاروں کا ہے جو میرے موبائل میں قید ہیں!" اس نے زیرِ لب کیا، اشارہ اپنے پسندیدہ ناول کرداروں کی طرف تھا۔

ابھی اس نے سکون کا سانس بھی نہ لیا تھا کہ موبائل دوبارہ بجا۔اس نے نمبر دیکھا۔۔۔اور چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

ڈاکٹر رائمہ! جس کے پاس سے اسے اپنی ماں کی رپورٹس لینی تھیں۔۔۔آج ہی۔اس نے گھڑی دیکھی۔پبلک ٹرانسپورٹ کا وقت تقریباً ختم ہو چکا تھا اور آج شہر میں کسی سیاسی جلسے کے باعث راستے بھی بند تھے۔اتنے میں اسکی نظر زمین پر پڑی ایک چیز پر گئی۔وہ گاڑی کی چابی تھی۔اس نے فوراً اردگرد دیکھا۔راستہ سنسان تھا، کوئی آس پاس نظر نہیں آ رہا تھا۔

"بس ایک بار کام کر کے آ جاتی ہوں، واپس آ کے یہ چابی وہیں رکھ دوں گی۔۔۔چوری تھوڑی کر رہی ہوں!" اس نے دل کو تسلی دی اور دبے قدموں پارکنگ میں جا پہنچی۔اس

نے گاڑی اسٹارٹ کی، سیٹ بیلٹ باندھی، اور ریس پر پیر رکھا۔۔۔ ٹھاااا! گاڑی پیچھے کو گئی اور سیدھی جا لگی دیوار میں۔ہیر کا دل دھک سے رہ گیا۔

"یا اللہ جی! میں مر گئی!" لیکن سیٹ بیلٹ نے اسے بچا لیا۔وہ تیزی سے گاڑی سے باہر نکلی، پچھلا حصہ دیکھا۔۔۔

چہرے پر ہاتھ رکھا، آنکھوں میں پریشانی۔

"اللہ جی! سچی میں نقصان بھر دوں گی، بس اس بندے سے بچا لینا۔۔۔"وہ رونی صورت بناتے ہوئے بڑبڑائی۔اب وہ دوبارہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔گیئر دیکھنے لگی۔۔"اف! یہ تو آٹو ہے؟" اس نے ریس دی، ایک جھٹکا، دوسرا جھٹکا، تیسرا جھٹکا۔۔۔پھر گاڑی رک گئی۔

ہیر نے مایوسی سے سر سٹیرنگ پر رکھا، "اللہ جی! ایک آخری کوشش۔۔۔پلیز۔۔۔"اس بار گاڑی آہستہ سے آگے بڑھنے لگی۔۔۔ہیر کی جان میں جان آئی۔

●●●

اس نے گاڑی ہسپتال کے باہر آہستہ سے روکی۔ایک نظر گھڑی پر ڈالی، وقت کم تھا، ماں کی رپورٹس لینی تھیں، اور پھر فوراً آفس واپس پہنچنا تھا۔جلدی میں وہ دروازہ بند کرتی ہوئی باہر نکلی، اور لاپرواہی سے گاڑی کو لاک کرنا بھول گئی۔

ہسپتال کی عمارت کے شیشوں پر دھند کا ہلکا عکس تھا۔باہر ماحول پرسکون مگر خاموشی میں ایک عجیب سی سنسنی تھی۔وہ جیسے ہی اندر داخل ہوئی، ایک سایہ گاڑی کی طرف بڑھا۔رفتار میں ٹھہراؤ تھا، جیسے ہر قدم سوچ سمجھ کر رکھا جا رہا ہو۔

وہ شخص بلکل عام سے کپڑوں میں تھا، چہرہ نیچے کو جھکا ہوا۔اردگرد موجود سیکیورٹی کیمرے شاید اس کے مقام سے بہت دور تھے یا وہ جانتا تھا کب اور کیسے آنا ہے۔

کالے دستانے پہنے ہاتھوں نے مہارت سے گاڑی کی ڈگی کھولی، ایک سیاہ رنگ کا بیگ اندر رکھا۔۔۔بغیر کسی آواز کے۔پھر وہ ہاتھ جھاڑتا ہوا پیچھے ہٹا، ڈگی بند کی، اور ایک نظر چاروں طرف ڈالی۔چہرے پر ایک پراسرار سی تسلی تھی۔۔۔۔جیسے اس نے کچھ مکمل کر لیا ہو۔

ہیر ابھی تک ہسپتال کے اندر تھی، رپورٹ حاصل کرنے میں مصروف۔۔۔اور اسے ذرہ برابر بھی اندازہ نہیں تھا کہ باہر اس کی گاڑی میں کچھ رکھا جا چکا ہے۔

تقریباً دس منٹ بعد وہ تیز قدموں سے باہر آئی۔چہرے پر تھکن اور پریشانی واضح تھی۔جیسے ہی وہ گاڑی میں بیٹھی، اچانک ایک انجانی سی گھبراہٹ نے دل کو جکڑ لیا۔

اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا، پھر شیشہ چیک کیا، پھر سامنے۔۔۔۔مگر کچھ خاص نظر نہیں آیا۔

"کیا ہو گیا ہے مجھے۔۔۔۔"وہ آہستہ سے بڑبڑائی اور سر جھٹک کر گاڑی اسٹارٹ کی۔گاڑی روانہ ہوئی۔۔۔۔وہ ہسپتال سے نکل چکی تھی، مگر خطرہ ابھی وہیں موجود تھا۔

دوسری طرف وہی شخص جو اب بھی قریب کھڑی ایک پرانی کار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا، اس کی گاڑی کو جاتا دیکھ کر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی گاڑی میں بیٹھا، انجن اسٹارٹ کیا، اور پیچھے روانہ ہو گیا۔اب کہانی صرف حادثاتی نہیں رہی تھی۔اب کہانی میں کسی منصوبے کی بُو تھی۔

●●●

ہیر کی انگلیاں اسٹیرنگ پر سختی سے جمی ہوئی تھیں، جیسے اس نے اپنی ہمت کا سارا زور ان ہاتھوں میں سمو لیا ہو۔وہ گاڑی احتیاط سے چلا رہی تھی، مگر دل کی دھڑکن بے قابو تھی۔ آنکھیں بار بار بیک ویو مرر میں جھانک لیتی تھیں، جیسے شک ہو کہ کوئی پیچھے ہے۔

چند لمحے پہلے، وہ ہسپتال کے باہر سے نکلی تھی۔صرف چند منٹ۔۔۔مگر ان چند منٹوں نے اس کی زندگی کو کسی دوسرے رخ پر ڈال دیا تھا۔گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے ایک لمحے کو پلٹ کر دیکھا تھا۔دل میں اک عجیب سی کھٹک سی اٹھی تھی، جیسے کچھ غیر معمولی سا ہو گیا ہو۔۔۔لیکن پھر اس نے سر جھٹک کر یہ خیال اپنے دماغ سے نکال دیا تھا۔

اب، سڑک پر ناکہ بندی دیکھ کر وہ بری طرح چونکی۔سامنے پولیس کی وردیوں کی قطار، ہاتھوں میں اسلحہ، اور گاڑیوں کی لمبی لائن۔نیلے سرخ سگنلز آنکھوں میں چبھنے لگے۔

"اوہ جی۔۔۔"اس کے لبوں سے بے اختیار نکلا۔

"اب کیا ہوگا؟" گاڑی کی رفتار خود بہ خود سست ہو گئی۔بے چینی سے لب کچلتے ہوئے اس نے گاڑی ایک طرف روکی، دل جیسے سینے سے نکل کر حلق میں آ گیا ہو۔"اگر اس وقت کچھ ہو گیا، اگر۔۔۔اگر گاڑی میں کچھ ایسا نکل آیا جو۔۔۔جو وہاں نہیں ہونا چاہیے تھا۔۔۔ تو؟" سوچ نے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑا دی۔

اتنے میں ایک پولیس اہلکار اس کی طرف بڑھا۔جوان، سخت چہرہ، تیز نظریں۔

"میڈم، گاڑی کی تلاشی دینا ہوگی۔"اس کی سانس رکی۔

"کیا؟"

"روٹین چیکنگ ہے۔ڈگی کھولیے گا۔"

اس نے بمشکل خود کو قابو میں رکھتے ہوئے گاڑی کی ڈگی کھولی۔انگلیاں لرز رہی تھیں۔وہیں بیٹھی رہی، جیسے بدن میں جان ہی نہ ہو۔چند لمحے بعد، پیچھے سے آواز آئی۔۔۔شور، ایک ساتھ کئی پولیس والوں کی آوازیں، حیرت، تیزی، اور پھر ایک لفظ۔۔۔

"ڈرگز!"

"اوہ خدایا۔۔۔" وہ جھٹکے سے باہر نکلی۔ دل ڈوب گیا۔ ڈگی کھلی تھی۔ اور اس کے سامنے وہی سیاہ بیگ پڑا تھا، جسے وہ پہچانتی تک نہ تھی۔ پولیس اہلکاروں کے ہاتھوں میں سفید رنگ کے پیکٹ، منشیات، مہریں۔

"یہ۔۔۔یہ کیا ہے؟" اس نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لیے۔ آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"یہ میرا نہیں ہے۔۔۔ میں تو... مجھے نہیں معلوم یہ یہاں کیسے آیا!" اس کی آواز لرز رہی تھی۔ پولیس والے نے سرد نگاہوں سے دیکھا۔

"میڈم، گاڑی آپ کی ہے نا؟"

"جی۔۔۔جی نہیں، وہ مطلب۔۔۔" الفاظ ساتھ چھوڑنے لگے۔

"اریسٹ کرو اسے!" آواز گویا بجلی بن کر گری۔ ایک لمحے کو زمین جیسے ہل گئی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا!" لیکن آوازیں بے اثر تھیں۔ ایک لیڈی کانسٹیبل آگے بڑھی، ہتھکڑی اس کے قریب لائی۔

"رکیے۔۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں، مجھے نہیں معلوم گاڑی میں یہ بیگ کیسے آیا۔ یہ گاڑی میری نہیں ہے، میں تو بس۔۔۔"

"اوہ اچھا۔۔۔تو چوری کی ہے گاڑی؟" طنز سے بھری آواز گونجی۔

"نہیں! میں نے بس۔۔۔ مطلب میں نے۔۔۔میں بس کام کے لیے لے آئی تھی۔۔۔"

"گاڑی چوری کی، ڈرگز برآمد ہوئی، اور کہانی سنائی جا رہی ہے!" ایک اور افسر نے فائل نکالی۔"ایک اور ایف آئی آر تیار کرو، گاڑی چوری کی مد میں!" وہ جیسے پتھر ہو گئی۔چہرہ سپاٹ، دل ساکت۔

کیا یہ واقعی میرے ساتھ ہو رہا ہے؟ اب تک صرف فلموں میں ایسا دیکھا تھا۔آج خود کردار بن گئی تھی۔۔۔اور ولن بھی وہی جو ہمیشہ سچ بولتی تھی۔اس کا موبائل بھی قبضے میں لے لیا گیا تھا۔نہ کسی کو کال کر سکتی تھی، نہ اپنی صفائی میں کچھ ثابت۔

"اللہ جی، آج بچا لو۔اگر آج بچ گئی تو زندگی بھر سیدھی راہ پر چلوں گی۔"اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملائے۔

●●●

اچانک ایک گاڑی کی ٹائروں کی چرچراہٹ نے سب کا دھیان کھینچا۔ چمکتی ہوئی سیاہ گاڑی سے وہ نکلا۔۔۔وہی شخص جس کی گاڑی میں کچھ دیر پہلے وہ بیٹھی تھی۔ حسان کا چہرہ بے تاثر، مگر آنکھوں میں کچھ طوفانی سا تھا۔وہ تیز قدموں سے پولیس والوں کی طرف بڑھا۔

"یہ گاڑی آپ کے نام پر رجسٹرڈ ہے؟" افسر نے رعب دار لہجے میں پوچھا۔

"جی۔"

"اور اس میں سے ڈرگز برآمد ہوئی ہیں۔اس وقت یہ لڑکی گاڑی چلاتی ہوئی پائی گئی۔یعنی یہ لڑکی آپکی گاڑی چرا کر۔۔۔۔"حسان کی نظریں صرف ہیر پر ٹکی تھیں، جو اب بھی زمین کو گھور رہی تھی۔

" نہیں اس نے چرائی نہیں ہے۔"حسان نے آفسر کی بات کاٹ دی۔ہیر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"یہ لڑکی۔۔۔میری بیوی ہے۔"ہیر کا پورا جسم ایک جھٹکے سے لرز گیا۔اس نے بے یقینی سے سر اٹھایا، جیسے سننے میں غلطی ہوئی ہو۔

"جھوٹ!" وہ چیخی۔سب بے ساختہ ہی اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔

"تو سچ کیا ہے محترمہ؟" پولیس آفیسر نے سوال داغا۔

"سچ یہ ہے کہ میں نے ان کی گاڑی چرا کر لائی۔۔۔اور ان سے میرا کوئی تعلق نہیں۔"

"میں کہہ رہا ہوں یہ میری بیوی ہے!" حسان نے دوبارہ کہا، بے حد پر اعتماد انداز میں۔

"تو نکاح نامہ دکھائیں!" فیصلہ کن سوال۔

"میرے گھر پر ہے۔اگر اجازت دیں تو منگوا لوں۔"

"جی، فوراً۔" آفیسر کہہ کر پلٹا گیا اور ہیر فوراً لپکی، "یہ کیا بکواس کی ہے تم نے؟ ہمارا نکاح کب ہوا؟"

"آج ہو گا۔"وہ مختصر جواب دے کر فون کان سے لگا چکا تھا۔

"تم ہوش میں تو ہو؟ یہ نکاح ہے، کوئی مذاق نہیں!"

"اور یہ بھی مذاق نہیں کہ تم پر دو کیس لگ چکے ہیں۔ایک چوری کا، دوسرا منشیات کا۔"

"تو تم مجھے بچانے کے بہانے بیوی بنا دو گے؟"

"نہیں۔۔۔تمہیں حقیقت سے بچا رہا ہوں۔"

"اور تم کون ہوتے ہو مجھے بچانے والے؟"

"شاید وہ، جس کی گاڑی تم چوری کر کے پھنس چکی ہو۔" وہ چپ ہو گئی۔ دل ایک طرف سے ضد کرتا، تو دوسرا طرف سچائی کو سمجھتا۔ یہ کھیل نہیں تھا۔ یہ فیصلہ تھا۔۔۔ عزت کا، آزادی کا، اور شاید۔۔۔ زندگی کا۔

"سوری سر۔۔۔ اگر ہمیں پتہ ہوتا کہ یہ آپ کی بیوی ہیں تو ہم کبھی بات کو اتنا بڑھاتے ہی نہ۔" پولیس افسر شرمندہ سا ہو کر بولا تو ہیر کے اندر جیسے دھماکہ ہو گیا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھئی؟ مطلب اگر میں ان کی بیوی نہ ہوتی تو آپ مجھے چوری کے کیس میں اندر کر دیتے؟" وہ طیش سے بولی۔

حسان نے بےساختہ اس کا ہاتھ تھاما۔ وہ پر اعتماد، تیز زبان لڑکی۔۔۔۔ یکدم جیسے منجمد ہو گئی تھی۔ وہ ساکت نظروں سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی، جو پولیس والوں سے کچھ کہہ رہا تھا۔ لب ہل رہے تھے، لیکن آواز جیسے ہوا میں گم ہو گئی ہو۔

اس نے اپنے ہاتھ کو چھڑانے کی کوشش کی، مگر اس کی گرفت اتنی نرم اور گہری تھی کہ جیسے لمحہ رک گیا ہو۔ اس نے ایک جھرجھری سی لی، گلا کھنکار کر خود کو سنبھالا، لیکن حسان کی نگاہ اب بھی اس کی طرف نہ تھی۔ اس نے اس کے ہلتے لبوں کو پھر سے دیکھا۔ وہ پل بھر کو ٹھٹھک گئی۔ پھر جیسے کوئی جھماکا ہوا ہو، استغفار زیرِلب پڑھ کر رخ موڑ لیا۔ اس بار سب کی نظریں اس پر تھیں۔ وہ نظریں چرا گئی۔

"گاڑی میری ہے، خاتون میری بیوی ہے، اور اگر اس نے کچھ اٹھایا ہے تو اس پر میرا ہی حق ہے۔ آپ اسے چوری کا الزام نہیں دے سکتے۔" پولیس والے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ حسان نے ملازم کو اشارہ کیا، جس نے جلدی سے نکاح نامہ لا کر دیا۔

"یہ نکاح نامہ ہے، ہمارے نکاح کو چند گھنٹے ہی ہوئے ہیں، اور ہیر میری قانونی بیوی ہے۔" پولیس افسر نے کاغذات دیکھے، پھر سر ہلایا۔ "چوری کا الزام ہم واپس لیتے ہیں سر، معذرت۔"

ہیر ساکت کھڑی تھی۔ حسان کی گرفت میں اس کا ہاتھ تھا، مگر دل جیسے لرز رہا تھا۔ دو منٹ بھی نہ گزرے ہوں گے کہ پہلے والا افسر واپس آیا۔

"معذرت سر، ہائر آفیسرز نے ہدایت دی ہے کہ آپ کی گاڑی کی تلاشی کے سلسلے میں کارروائی روک دی جائے۔"

"ڈرگز؟" حسان نے آنکھیں تنگ کیں۔

"ہمیں لگتا ہے کہ وہ دانستہ رکھوائی گئی تھیں۔ ہم اس پر انویسٹیگیشن کر رہے ہیں۔" ہیر نے حیرت سے اسے دیکھا۔

یہ شخص آخر کون ہے؟ اتنی پاور۔۔۔ اور یہ سب اُس کے لیے کر رہا ہے؟

"بہت شکریہ!" وہ بولا اور فضا میں ٹائروں کی چرچراہٹ گونجی۔ گاڑیاں چلی گئیں۔

"اب تو چھوڑ دو۔۔۔چلے گئے وہ۔۔۔"اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔

"کیوں؟ اب تو شرعی حق ہے!" حسان شرارت سے بولا۔

"میں تمہیں مرنے کے لیے جگہ بھی نہ نصیب ہونے دوں گی!" وہ غصے سے بولی، دانت بھینچ کر۔

"کیا مطلب؟" حسان نے اب کی بار حیرانی سے اس کی طرف دیکھا۔

"چھوڑو مجھے! ایک تو تم اسمگلر، اوپر سے دھوکہ دے کر نکاح کر لیا! جانتے ہو ایسے لوگوں کے لیے جہنم میں الگ بحریہ ٹاؤن ہے۔۔۔اور تمہارا نام وہاں VIP لسٹ میں ہے!"

حسان کی ہنسی چھوٹنے کو تھی، مگر وہ کسی مشقت سے خود پر قابو رکھے ہوئے تھا۔

تھوڑی دیر پہلے ہی ملازم نکاح نامہ لے آیا تھا۔حسان نے خاموشی سے ہیر کی طرف دیکھا۔ اور ہیر نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے دستخط کر دیے تھے۔پولیس والوں کے سامنے یہی دکھانا ضروری تھا کہ نکاح پہلے ہی ہو چکا ہے۔کسی نے ان پر کیس نہیں کرنا تھا۔

ہیر خاموشی سے گاڑی کی طرف بڑھی، مگر ہر قدم جیسے ذہن میں طوفان برپا کر رہا تھا۔اس نے اس انسان کو جج کیا، برا بھلا کہا، اور۔۔۔وہ نکلا کون؟ جو چپ چاپ، بنا شور کیے، ہر الزام اس کے سر سے ہٹا کر، خود پر لے گیا۔گاڑی کا دروازہ کھولتے وقت وہ رکی، پھر خود کو جھٹکا دیا اور بیٹھ گئی۔

حسان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی، بیلٹ باندھی اور ایک نظر ہیر کی طرف ڈالی۔

"کچھ نہیں کہو گی؟ شکر تک نہیں؟"

"شکر۔۔۔؟" ہیر کا لہجہ زہر سے بھرپور تھا۔

"اس لیے کہ تم نے مجھے پھنسا کر نکاح کر لیا اور پھر اپنا نام صاف کروایا؟"

"اوہ۔۔۔یعنی تمہیں لگتا ہے میں نے سب تمہارے لیے نہیں، اپنے لیے کیا؟"

"نہیں، مجھے لگتا ہے تم نے سب کچھ صرف اس لیے کیا کیونکہ تمہیں مزہ آتا ہے مجھے مشکل میں دیکھ کر!" وہ تیز لہجے میں بولی۔حسان نے ہلکی مسکراہٹ دبائی۔وہ پتہ نہیں اسے کیا کیا کہے جا رہی اور وہ خاموشی سے مسکراتے ہوئے سنتا جا رہا تھا۔کتنی دیر بولنے کے بعد جب وہ چپ ہو گئی تو حسان بولا۔

"پانی لاؤں۔۔۔؟"

"کیوں۔۔۔؟" ہیر نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میری تعریف کر کر کے گلہ خشک ہو گیا ہو گا نا۔۔۔"وہ سنجیدہ چہرے لیے بولا جسے دیکھ کر ہیر کا چہرہ لال ہو گیا۔

"تمہارا مزاق بھی تمہاری طرح برداشت سے باہر ہے!" وہ غصے سے باہر دیکھنے لگی۔ حسان نے بےساختہ ہنسی روکی، مگر پھر اس کی نظر گاڑی کے بیک پر پڑیں۔

"یہ کیا کیا تم نے لڑکی؟"

"نقصان بھر دوں گی۔"ہیر نے تھوڑا شرمندہ ہو کر کہا۔

"اور اتنے پیسے کہاں سے چوری کرو گی؟"

"چوری کی کیا ضرورت ہے؟ یہ خوامخواہ کا شوہر ہے نا، اسے بیچ دوں گی۔!"وہ طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"استغفراللہ۔۔۔"حسان نے سر جھٹکا۔

"اللہ جی، اتنے گناہ تو نہیں کیے تھے کہ سزا اس انسان کی صورت میں ملی۔"ہیر نے سیٹ بیلٹ باندھتے ہوئے آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کچھ کہا تم نے؟" حسان نے پوچھا۔

"اپنے کان چیک کراؤ، یا بہتر ہے طبی معائنہ ہی مکمل کروا لو!" وہ طنزیہ بولی اور وہ ونڈ اسکرین سے باہر دیکھنے لگی۔

●●●

"کیسی سیکیورٹی ہے تم لوگوں کی؟" اس کی آواز میں غصہ دہکتا لاوا تھا۔"کوئی میری گاڑی میں آ کے ڈرگز رکھ گیا، اور تم لوگوں کو خبر تک نہیں ہوئی؟" مینیجر سمیت تمام ملازمین سر جھکائے کھڑے تھے۔

"سر۔۔۔ہم شرمندہ ہیں۔۔۔"ایک نے ہمت کر کے کہا۔

"اور میں تمہاری شرمندگی کا کیا کروں؟" سب کے چہرے ندامت سے جھک گئے۔

"دس منٹ کے اندر اندر مجھے مکمل تفصیل دو۔۔۔اگر پتا نہ چلا کہ ڈرگز رکھنے والا کون تھا، تو کل سے تم میں سے کوئی بھی اس دفتر میں داخل نہیں ہو گا!" وہ دھپ دھپ کرتا باہر نکل گیا۔

•••

وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو اندھیرے نے اسے خوش آمدید کہا۔نہ لائٹ جلائی، نہ کپڑے بدلے۔بس چپ چاپ بیڈ پر بیٹھ گئی۔پھر اٹھی، وضو کیا، چادر اوڑھی اور جائے نماز بچھا کر عشاء کی نماز پڑھنے لگی۔سلام پھیر کر وہ کچھ لمحے چپ بیٹھی رہی۔

پھر آہستہ سے سر جھکایا۔"یا اللہ۔۔۔دل کو سکون دے۔۔۔"

وہ کھڑی ہوئی اور موبائل اٹھایا، مگر کسی سے بات کرنے کا دل نہ کیا۔ناول پڑھنے کی عادت تھی، مگر آج۔۔۔دل ہی نہیں تھا۔اس نے لیٹ کر آنکھیں بند کیں۔مگر اگلے ہی لمحے وہ چونک گئی۔

اندھیرے میں، بند آنکھوں میں وہی چہرہ بار بار آ رہا تھا۔

وہی مسکراہٹ۔۔۔وہی ہاتھ تھامنے والا لمس۔۔۔وہی نرمی، جو اس نے کبھی اپنے باپ کے بعد کسی مرد میں نہ دیکھی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے مجھے؟" اس نے تکیہ منہ پر رکھ کر آنکھیں زور سے میچ لیں، جیسے حسان کی یادیں بھگا رہی ہو، مگر ناکام۔

●●●

دوسری طرف بھی حال کچھ مختلف نہیں تھا۔وہ کمرے کے اندھیرے میں، بیڈ کے کنارے بیٹھا، موبائل ہاتھ میں تھامے مسلسل مسکرا رہا تھا۔ایسی بےساختہ مسکراہٹ۔۔۔جیسے کسی شرارت بھری خوشی نے دل کو ہلکا سا گدگدایا ہو۔مگر کیوں؟ وہ خود بھی نہ جانتا تھا۔وہ آہستگی سے سیدھا ہو کر بیٹھا، ایک نرم کشن اٹھا کر گود میں رکھا۔

موبائل آن کیا۔۔۔اور اچانک، اسکرین کی نیلی روشنی نے اندھیرے میں اس کا چہرہ نکھار دیا۔وہ روشنی جیسے اس کی مسکراہٹ کی گواہی دے رہی تھی۔اس کے لبوں پر ایسی خوشی

تھی، جیسے کوئی پرانا خواب، اتفاقاً آج پھر آنکھوں میں پلٹ آیا ہو۔بے دھیانی میں اس نے انگلیاں موبائل پر چلائیں۔کانٹیکٹس کھولا۔۔۔سکرول کرتا گیا۔۔۔پھر ایک نام پر انگلی رک گئی۔دل جیسے ایک پل کو اچھل کر حلق تک آ گیا۔

وہ سانس روکے دیر تک اس اسکرین کو دیکھتا رہا۔

پھر اچانک، جھٹکے سے موبائل بیڈ پر اچھال دیا۔۔۔جیسے کسی جرم میں پکڑا گیا ہو۔وہ بیڈ سے اٹھا اور لمبے قدموں سے کھڑکی تک آیا، اور پردے ہٹا دیے۔ہوا ایک نرم آہ کی طرح اندر چلی آئی۔خنک، خاموش، اور سب کچھ جانتی ہوئی۔وہ کچھ لمحے ساکت کھڑا رہا، پھر آسمان پر نظریں جم گئیں۔

چاند آج مکمل تھا۔مدھم، سفید چاندنی نے آسمان کے پردے پر ایک ہلکی سی چمک بکھیر دی تھی۔اسے دیکھتے دیکھتے، وہ جیسے حقیقت سے خیال کی دنیا میں سرکنے لگا۔

"تمہیں کیا پسند ہے؟" کسی ہنستی ہوئی آواز نے دل کے دریچے پر دستک دی۔ہیر کی آواز۔۔۔جیسے کسی خواب کی اوٹ سے ابھرتی ہوئی۔

"چاند۔۔۔"ہیر نے مسکرا کر جواب دیا تھا، اور اس کے کندھے سے سر ٹکا دیا تھا۔

پھر وہی منظر پلٹا۔۔۔"تمہیں کیا پسند ہے؟" اس بار سوال ہیر نے کیا تھا، اور وہ، نظریں اس کی آنکھوں میں گاڑتے بولا تھا۔

"چاند کو دیکھتی ہوئی۔۔۔تم۔"ہیر نے ہنستے ہوئے آنکھیں سکیڑیں، "اگر اصلی چاند کی بات ہے تو شکریہ،

اور اگر اپنی بات کر رہے ہو، تو پھر۔۔۔چاند کی توہین مت کرو۔"اس کی بات پر وہ بدمزہ سا ہوا، مگر ہیر ہنستی رہی۔

"اچھا نا، کچھ بھی کہہ لو فرق نہیں پڑتا۔۔۔" اس نے نرمی سے ہیر کا ہاتھ تھاما۔

"صاحب! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟" باہر سے ملازم کی اچانک آواز آئی۔وہ جیسے کسی جادو سے بیدار ہو گیا۔آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، مگر منظر وہی خواب تھا۔وہ اب بھی کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا۔۔۔ہاتھ آگے بڑھا ہوا۔۔۔جیسے واقعی ہیر کا ہاتھ تھاما ہو۔مکمل خاموشی ٹوٹ چکی تھی۔اس نے جلدی سے پردے گرائے، ایک لمحے کو گھبراہٹ چہرے پر آئی، پھر نرمی سے مسکرا دیا۔

"پاگل ہو گیا ہوں شاید۔۔۔"وہ زیر لب ہنسا، اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا، اور بیڈ پر واپس آ کر یوں گر گیا، جیسے سارا دن لڑنے کے بعد کسی بچے نے تھک کر ہار مان لی ہو۔

اس نے آنکھیں بند کیں۔۔۔اور دل ہی دل میں دہرایا۔

"چاند۔۔۔ہیر۔۔۔تمہاری مسکراہٹ۔۔۔

اب شاید خواب نہیں رہی۔"

●●●

وہ دروازہ کھول کر آفس میں داخل ہوئی، خاموشی سے قدم اٹھاتی ہوئی سیدھی میز تک آئی۔ بنا اسے دیکھے، اس نے فائلز میز پر رکھیں اور اس کے بائیں جانب آ کر قدرے جھک گئی۔ وہ جو کمپیوٹر اسکرین پر نظریں جمائے کام میں مگن تھا، یکدم اپنے قریب اس کی موجودگی کو شدت سے محسوس کرنے لگا۔سانس جیسے حلق میں اٹک گیا ہو۔

اس کے بال، جو ہمیشہ حجاب کی اوٹ میں چھپے رہتے تھے، آج کھلے تھے۔وہ انہیں سمیٹے بغیر ہی میز پر جھکی ہوئی تھی۔حسان کی نظریں بے اختیار اس طرف اٹھیں مگر بالوں کی اوٹ نے چہرہ چھپا رکھا تھا۔اس نے کبھی سوچا نہ تھا کہ وہ اتنے نرم، ریشم جیسے ہوں گے۔بے حد خوبصورت! نہ چاہتے ہوئے بھی دل میں خواہش جاگی۔۔۔انہیں چھو لینے کی۔بس یونہی، بے دھیانی میں، اس کا ہاتھ فضا میں اٹھا۔۔۔اور اس کے بالوں کے قریب جانے لگا۔

"آر یو اوکے، سر؟" جان پہچانی آواز نے اسے جیسے کسی نیند سے جگا دیا ہو۔نظریں اٹھا کر دیکھا۔۔۔وہ اس کے سامنے کھڑی تھی، مکمل حجاب میں۔وہی ترتیب، وہی وقار۔

حسان نے الجھ کر آنکھیں جھپکائیں۔وہ تو ابھی کچھ لمحے پہلے ہی اسے بغیر حجاب، کھلے بالوں کے ساتھ تصور کر رہا تھا۔اب، سامنے وہ حقیقت کی صورت میں موجود تھی۔وہ خود کو سنبھالتے ہوئے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، اور بے چینی سے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔

ہیر نے پرسکون انداز میں فائلز اس کے سامنے رکھیں اور چند نکات پر گفتگو شروع کی۔ مگر وہ۔۔۔ جیسے کچھ بھی سن نہیں رہا تھا۔ دماغ اب بھی خیالات کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہا تھا۔

"اوکے، سر۔" بس اتنا سننے پر وہ جیسے واپس حقیقت میں لوٹا۔ نظریں اٹھائیں تو دیکھا، وہ فائلز سمیٹ رہی تھی۔ جانے کیوں، اس کے جاتے قدموں کو روکنے کی خواہش جاگی۔ حسان نے بے اختیار اس کا ہاتھ تھاما۔ ہیر ٹھٹکی۔ دل جیسے سینے سے باہر آ رہا ہو۔ اس نے نظریں جھکائیں، اور اب وہ ان آنکھوں میں دوبارہ کبھی دیکھنے کا حوصلہ نہ رکھتی تھی۔

"ریلکس، اکلوتی بیوی ہو میری۔۔۔" وہ شوخ لہجے میں بولا، مگر لہجے کی گرماہٹ سے اس کی سنجیدگی چھپی نہ رہ سکی۔ ہیر کے گال لال ہوئے۔

"م۔۔۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" وہ نرمی سے بولا، اور اس کا ہاتھ تھام کر کرسی پر بیٹھایا۔

"میں سوچ رہا ہوں، بابا سے بات کر لوں۔۔۔"

"ک۔۔۔ کس بارے میں؟" اس کی پلکیں لرزیں۔ عجیب سی گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی۔

"کیونکہ میں تم سے نکاح کر چکا ہوں۔۔۔تو بڑوں کو بتانا پڑے گا نا، تاکہ شادی بھی ہو سکے۔"ہیر کی آنکھیں پھیل گئیں۔اس شخص کے لبوں سے یہ سننا، اور وہ بھی اتنی جلدی۔۔۔ناقابلِ یقین تھا۔

"مجھے کام ہے۔۔۔"وہ گھبرا کر اٹھی، مگر حسان نے دوبارہ اس کا ہاتھ تھاما۔

"تمہیں کوئی اور پسند ہے؟" سپاٹ لہجہ، مگر سوال خالص تھا۔ہیر نے آنکھیں بند کیں۔پھر نرمی سے سر ہلا دیا۔

"وہ مجھ سے زیادہ پیارا ہے؟"

"ہاں۔"

"مجھ سے زیادہ محبت کرے گا؟"

"ہاں۔"حسان کی رنگت جیسے اڑ گئی۔وہ دھیرے سے اٹھا اور اس کے قریب آیا۔

"کون ہے وہ؟"

"کس کا نام بتاؤں؟" ہیر نے نظریں چرائیں۔

"وہی۔۔۔جسے تم چاہتی ہو۔"

"کوئی ایک تھوڑی ہے۔۔۔"ہیر کا لہجہ اداس ہوا۔

"کیا مطلب؟" حسان الجھ کر بولا۔

"میرا سالار۔۔۔جہان۔۔۔فارس۔۔۔اور ہاشم۔"اس نے جیسے کوئی راز افشا کیا ہو۔

"یہ کون لوگ ہیں؟ پتہ بتاؤ انکا۔۔۔"وہ پریشان ہو چکا تھا۔

"اور تمھیں لڑکی ہو کر شرم نہیں آتی اتنے لڑکوں کے بارے میں سوچتی ہو۔لڑکوں کو تو ایسے ہی بدنام کر رکھا ہے۔"وہ دبے دبے طنز و غصے سے بولا۔

"کسی ایک کو چوز کرنا بہت مشکل ہے نا۔۔"وہ اداسی سے بولی۔

"کسی ایک نے بھی تم سے شادی کے لیے ہامی نہیں بھری۔۔؟" وہ پھر سے سخت لہجے میں بولا۔

"وہ شادی شدہ ہیں نا۔۔۔ایک ہاشم بچ گیا لیکن وہ بھی بیچارہ اب جھاڑو لگانے میں مصروف ہے۔"وہ پھر سے اداس چہرہ لیے بولی۔

"تم کیسی لڑکی ہو۔۔۔؟ شادی شدہ لڑکوں کے بارے میں سوچتی ہو۔۔۔؟" اسے یقین نہیں ہو رہا تھا۔

"وہ ہیں ہی اتنے پیارے۔۔۔"وہ آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے معصومیت سے بولی۔

"میں نے کہا پتہ بتاؤ۔"اس کی آواز کافی اونچی تھی۔

"نمرہ احمد اور عمیرہ احمد کے ناولز کے کردار ہیں۔"چند لمحوں کی خاموشی کے بعد۔۔۔حسان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"کیا۔۔۔؟"

"میں نے آج تک ان کے علاوہ کسی کے بارے میں نہیں سوچا۔"وہ رونی صورت لیے بولی۔ "اگر آپ یہ سب لا کر دے دیں تو میں پکا آپ سے شادی کر لوں گی۔"

"جب وہ وجود ہی نہیں رکھتے، تو کہاں سے لا کر دوں؟"

"میرے لیے تو یہ میری دنیا ہیں۔"وہ معصومیت سے بولی۔"اور ویسے بھی آپ کے پاس تو بہت پیسہ ہے، چار کتابیں خریدنے میں کونسا کمی آ جائے گی۔"حسان کو حیرت ہوئی، اوہ، تو وہ کتابوں کی بات کر رہی تھی۔حسان نے ایک لمحے کو کچھ سوچا۔۔۔پھر نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما اور اسکے آنسو صاف کیے۔ہیر ساکت ہو گئی۔

"کیا ہوا؟ بیوی ہو میری۔"اس کی آواز میں عجیب سا سکون تھا۔

"اور تمہیں صرف چار کتابیں چاہییں؟ میں تمہارے لیے چار لائبریریاں بنوا دوں گا۔"ہیر کی آنکھیں بھر آئیں۔

"مجھے صرف ایک لائبریری چاہیے۔۔۔" وہ ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑتے ہوئے بولی۔ "اور وہ بہت بڑی ہو، بہت شاندار، جہاں ہر کسی کو اپنی پسند کی کتاب فری میں مل جائے۔۔۔"

"فری میں؟" حسان نے ایک ابرو اوپر اٹھایا، جیسے وہ کچھ سننے کی غلطی کر بیٹھا ہو۔

"ہاں فری میں! کیونکہ میری طرح بہت سی لڑکیاں ہوں گی جو یہ ناول صرف اس لیے نہیں پڑھ سکتیں کہ ان کے پاس کتاب خریدنے کے پیسے نہیں ہوتے۔ اور مجھے معلوم ہے، ایک لاحاصل خواب، انسان کو اندر ہی اندر کھا جاتا ہے۔۔۔" ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔ حسان کے لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ آئی، جو رفتہ رفتہ گہری ہوتی گئی۔

"تمہیں پتہ ہے۔۔۔" وہ آہستگی سے بولا۔

"یہ صرف کتابیں نہیں ہیں۔۔۔ ہمارے لیے، یہ خواب ہیں۔۔۔ جذبات ہیں۔۔۔ اور شاید۔۔۔ یہی ہماری پہچان بھی۔" حسان مسکرایا۔ ہیر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں نمی کے ساتھ ایک حیرت بھی چمکی۔

"آپ سمجھ رہے ہیں نا۔۔۔؟"

"نہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" ہیر نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

"اور تم کہتی ہو کہ تم ان کرداروں کو نہیں چاہتیں؟" اس کی نظریں اس کے چہرے پر ٹکی تھیں۔

"نہیں۔ہم ناولز کو ناول ہی سمجھ کر پڑھتی ہیں۔ہم یہ سب بس اپنی زندگی میں محبت کی امید رکھنے کے لیے پڑھتی ہیں۔کوئی سالار، کوئی جہان، کوئی فارس یا ہاشم ہمیں مل جائے نا ملے، پر یہ کردار ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ کسی کی خاموشی سننا بھی محبت ہوتی ہے۔کسی کا احترام کرنا، اس کے خوابوں کو اپنی دعاؤں میں شامل کرنا۔۔۔یہی اصل محبت ہے۔"حسان کا دل جیسے کسی نے نرمی سے چھو لیا ہو۔

"تو بتاؤ، ہیر۔۔۔"وہ اس کے قریب آیا۔

"مجھے کیا کرنا ہوگا کہ تمہیں ایسا لگے، کہ سالار، جہان، فارس یا ہاشم میں ہی ہوں؟" ہیر کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔

"سالار نے امامہ کو نو سال دعاؤں میں رو رو کر مانگا تھا۔"

"نو سال؟" حسان نے ایک سانس میں کہا۔ہیر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"جہان نے حیا کی حفاظت کے لیے چار چار کردار ادا کیے تھے۔یہاں تک کہ خواجہ سرا بھی بن گیا!" وہ ہنسی چھپا کر بولی۔

"خواجہ سرا؟" حسان کو اچانک کھانسی کا دورہ پڑا۔

"ارے آپ پریشان نا ہوں۔ آپکو تھوڑی کوئی یہ کرنے کو کہہ رہا ہے۔" اسکے چہرے کو غور سے دیکھتی وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولی۔

"اور ہاشم۔۔۔؟" اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی۔

"اس نے آبدا کو ایکویریم میں۔۔۔ڈبو دیا تھا۔"

"کیا؟" حسان کی آنکھیں باہر نکل آئیں۔

"مگر پھر بھی وہ بھولا نہیں۔" ہیر کی آواز میں عجیب سی اداسی تھی۔ "محبت بعض اوقات جیت سے زیادہ ہار میں مکمل ہوتی ہے۔" حسان خاموش رہا۔ وہ واقعی اس کی دنیا میں کھو چکا تھا۔

"بس، ہیر۔" وہ اس کے بالکل قریب آ گیا۔

"مجھے نہیں پتہ میں تمہاری امیدوں پر پورا اتر پاؤں گا یا نہیں مگر میں وعدہ کرتا ہوں، میں خاموشی میں تمہارا ساتھی بنوں گا۔ ہمیشہ تمہاری حفاظت کروں گا۔ دکھوں میں شریک بنوں گا اور خوشیوں میں مسکراہٹ۔" ہیر نے ایک پل کو آنکھیں بند کیں۔ وہ دل کی پوری گہرائی سے اس کی باتوں کو محسوس کر رہی تھی۔

"اور میں۔۔۔" وہ آہستگی سے بولی۔ "میں آپ کے ساتھ وہ لائبریری بناؤں گی، جہاں ہر ہیر کو اس کا خواب ملے گا۔۔۔ مفت میں۔"

"چلو پھر، آج سے ہم صرف میاں بیوی نہیں، خوابوں کے ساتھی بھی ہیں۔"حسان نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"اور میں پڑھوں گا۔۔۔"وہ جلدی سے بولا۔

"کسے۔۔۔؟" ہیر کے ماتھے پر شکنیں پیدا ہوئیں۔

"تمہارے جہان کو۔۔۔"اس نے کہا تو ہیر کھکھلا دی۔

"ہاں مگر صرف جہان کو ہی پڑھنا ہے حیا سلیمان کو نہیں۔۔۔۔"وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولی۔اس کی بات پر حسان کا قہقہہ بےساختہ تھا۔ہیر کھکھلا کر ہنس پڑی۔

"ایسا ہی پاٹنر چاہیے تھا مجھے۔۔۔۔"

"اور مجھے ناول پڑھنے والی لڑکی تو بالکل بھی نہیں چاہیے تھی۔۔۔"وہ بھی سنجیدہ لہجے میں بولا، مگر اگلے ہی لمحے ہیر کی گھوری نے اس کے چہرے پر شرارت بھری مسکراہٹ پھیلا دی۔

•••

سر وہ ڈرگز ہم نے نہیں رکھوائے تھے۔۔۔کمزور، لرزتی آواز میں وہ کہہ رہا تھا، آنکھیں جھکی ہوئی تھیں، ماتھے پر پسینے کی نمی اور شرمندگی کا طوق جیسے گردن میں جکڑا ہوا ہو۔

"اُس دن جب آپ نے کہا تھا کہ ہیر بی بی گاڑی لے کر گئی ہیں۔۔۔اور چونکہ وہ جس راستے سے گئیں، وہاں پولیس کی ناکہ بندی تھی۔۔۔اور مجھے اس میں ڈرگز رکھنے تھے۔۔۔" اس کی آواز تھوڑی بھرا گئی۔

"تو اُس دن میرے گھر سے فون آیا تھا۔۔۔بیٹی کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی، اور مجھے فوراً نکلنا پڑا۔۔۔"کمرے میں سناٹا تھا۔حسان خاموشی سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا، ایک ہاتھ کی انگلیاں صوفے کے کنارے پر تھپتھپا رہی تھیں۔۔۔ایک خاص چال کی نشانی، کہ وہ سوچ رہا ہے۔۔۔مگر خطرناک حد تک پرسکون ہو کر۔

ملازم اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا، آنکھوں میں ندامت، آواز میں معذرت، مگر حسان کی نظریں۔۔۔یخ۔

"تو اگر تم نے نہیں رکھے تھے تو پھر۔۔۔رکھوائے کس نے؟" آواز میں طنز نہیں، حیرت بھی نہیں۔۔۔بس ایک ایسا سکوت جیسے طوفان سے پہلے کا لمحہ ہوتا ہے۔

"سر۔۔۔"ملازم نے لب کھولے۔دراصل اُس دن گاڑی میں ڈرگز وہی رکھوانا چاہتا تھا مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کے علاوہ کوئی اور بھی اس کام میں ملوث ہو سکتا ہے۔ہیر

کی کس سے دشمنی تھی جو وہ اس حد تک جائے۔کمرے کی فضا ایک لمحے کو جیسے جم گئی۔ہلکی ہوا پردے کو ہلا رہی تھی، مگر اندر صرف ایک خاموشی تھی جو چیخ رہی تھی۔

"تم کہہ رہے ہو تم وہاں پر وقت پر پہنچے نہیں لیکن۔۔۔ڈرگز تو پھر بھی ملے۔۔۔"تو آخر رکھا کس نے؟" حسان کی پیشانی کی رگیں نمایاں ہونے لگیں۔

"سر۔۔۔میں پتہ کر چکا ہوں۔۔۔"ملازم کی آنکھوں میں ایک چمک ابھری۔حسان کی نظریں اس پر مرکوز ہو گئیں، جیسے بندوق کی نال ہدف پر ٹک گئی ہو۔

"ڈَلس گریٹ۔۔۔"وہ آہستہ سے بولا، "کون ہے وہ؟" ملازم نے گردن ہلکی سی خم کی، آگے بڑھ کر دھیمے لہجے میں اس کے کان میں کچھ کہا۔جیسے ہی الفاظ مکمل ہوئے۔۔۔حسان کی آنکھوں میں لپکتا ہوا غصہ بھڑک اُٹھا۔ایک پل کو وہ کچھ بول نہ سکا۔۔۔شاید ضبط کر رہا تھا۔۔۔یا انتقام کے ذائقے کو محسوس کر رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد۔۔۔اے ایس پی اویس، سادہ وردی میں، نگاہیں جھکائے حسان کے سامنے بیٹھا تھا۔حسان ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا، اک شانِ بے نیازی سے اس کی طرف تیکھی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔کمرے کی فضا میں ایک ٹھنڈی سنسناہٹ تھی، جیسے اے سی کی ہوا نہیں، حسان کی خاموشی ہر شے کو جما رہی ہو۔

"یہ تمہارے لیے ہے۔۔۔"وہ لفافہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔اویس نے سوالیہ نظروں سے لفافہ تھاما، انگلیوں سے چاک کیا، اور اندر رکھا کاغذ نکالا۔

"سر؟"وہ بے یقینی سے بولا۔

"میں نے تمہارے خلاف کوئی کیس نہیں کروایا۔"حسان کی آواز میں ٹھہراؤ تھا، "کیونکہ میں چاہتا ہوں تم اپنی غلطی سے سیکھو۔۔۔اور جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ تم بدل چکے ہو۔۔۔ تب تمہیں اپنی جاب واپس مل جائے گی۔"ایک لمحے کو کمرے میں صرف خاموشی بولی۔ اویس نے نظریں جھکائیں، پھر سسپنشن لیٹر کو دیکھا۔۔۔اور حسان کو۔۔۔جو اب موبائل میں مگن تھا، جیسے وہ اس کے وجود کو اہمیت دینا بھی نہیں چاہتا۔

"جی بہتر سر۔۔۔"وہ بمشکل اتنا ہی کہہ پایا، اور وہاں سے رخصت ہو گیا۔اس کے جاتے ہی، حسان نے موبائل سائیڈ پر رکھا۔۔۔اور پشت صوفے سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔مگر اس کی آنکھیں بند تھیں، ذہن نہیں۔وہ جان چکا تھا اب جنگ ذاتی ہے۔۔۔اور جب جنگ ذاتی ہو جائے۔۔۔تو رحم مر جاتا ہے۔

●●●

"امی، آپ انہیں منع نہیں کر سکتیں؟" وہ ساکت کھڑی، دوپٹے کے پلو کو مٹھی میں جکڑے، اپنی ماں کے سامنے جھکی ہوئی آواز میں بولی۔

"ہیر! تمہارے کہنے پر ہی تو ہاں کی تھی میں نے!" رخصار بیگم نے پلٹ کر اسے دیکھا، ماتھے پر بل اور لہجے میں خفگی تھی۔

"کل نکاح ہے، اور اب میں کیسے منع کروں؟ سب انتظام ہو چکے ہیں!" ہیر کا جھکا ہوا سر اور بھی جھک گیا۔وہ انہیں کیسے بتائے کہ۔۔۔وہ تو پہلے ہی نکاح کر چکی ہے۔اب نکاح پر نکاح کیسے کرے وہ۔۔۔؟ وہ بےبس تھی، مکمل طور پر۔۔۔اس کی آنکھیں چھلکنے کو تھیں، لیکن اس نے خود پر قابو رکھا اور تیزی سے کمرے کی طرف بھاگی۔دروازہ زور سے بند ہوا۔

رخصار بیگم نے پریشانی سے اس کا کمرہ دیکھا، سر جھٹکا اور کام میں لگ گئیں، جیسے خود کو کسی سچ سے بچا رہی ہوں۔

●●●

"بابا! میں نکاح نہیں کر سکتا، اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے!" اس کے لہجے میں ہلکی سی لرزش تھی، لیکن وہ ضبط میں تھا۔میر علی صاحب اسے بولنے ہی نہیں دے رہے تھے۔وہ انہیں کیسے بتاتا۔۔۔کہ وہ پہلے ہی نکاح کر چکا ہے۔

"میں کچھ نہیں سنوں گا۔کل تمہارا نکاح ہے۔۔۔اور ہیر سے ہے!" میر علی صاحب کی آواز بلند ہوئی۔

وہ چونکا۔ہیر؟ اس نے پل بھر کو گردن اٹھائی۔ہائے رے قسمت۔۔۔لڑکی بھی اسی نام کی ہے۔۔۔!وہ ایک لمحے کو چپ ہو گیا۔

"بابا، لیکن مجھے اپنی بات تو کہنے دیں۔۔۔"اس نے پھر کوشش کی۔

"حسان! مت بھولو، میں نے تمہیں کتنی بار موقع دیا کہ اپنی مرضی سے کسی کو منتخب کر لو۔ لیکن تم ہر بار یہی کہتے رہے کہ ابھی وقت نہیں آیا!" ان کا لہجہ سخت ہوتا جا رہا تھا۔

"بابا۔۔۔لیکن۔۔۔"

"بس! اب تمہیں نکاح کرنا ہی ہوگا۔"یہ کہہ کر وہ اٹھے اور کمرے سے نکل گئے۔حسان کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی۔اس نے خود کو صوفے پر گرایا۔سر ہاتھوں میں چھپا لیا۔دل میں اتنا شور تھا کہ سانس لینا دشوار ہو رہا تھا۔

تبھی جیب میں رکھا موبائل بجنے لگا۔اس نے موبائل نکال کر دیکھا۔اسکرین پر وہی نام تھا۔۔۔"ہیر" اس کی آنکھیں لمحہ بھر کے لیے بند ہو گئیں۔فون مسلسل بج رہا تھا۔بالآخر اس نے کال ریسیو کر لی۔

"ہاں بولو ہیر۔۔۔"اس کی آواز سنجیدہ تھی، مدھم اور تھکی ہوئی۔

"حسان۔۔۔میں نے اماں کو بہت روکا۔مگر وہ نکاح روکنے کو تیار نہیں ہیں۔۔۔"وہ رو رہی تھی۔اس کے آنسوؤں کی آواز فون کی لائن سے بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔اس نے کنپٹی کو زور سے مسلا، جیسے سوچنے کی سکت کھو چکا ہو۔

"ہیر۔۔۔"کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بولا۔

"کیا تم میرا ساتھ دو گی؟" آواز میں ایسا کچھ تھا۔۔۔ایسا کچھ، جو خطرے کی گھنٹی بجا رہا تھا۔ ہیر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"نہیں حسان۔۔۔میں ایسا کبھی نہیں کروں گی!" وہ ہمت کر کے بولی۔"تم مجھے طلاق دو!" یہ جملہ جیسے اس کے حلق سے زہر بن کے نکلا ہو۔حسان ساکت رہ گیا۔پھر بے یقینی سے فون کو دیکھا۔

"تم ہوش میں تو ہو؟" وہ تقریباً چیخا۔

"تو کیا نکاح پر نکاح کر لوں؟" اب وہ چیخی تھی۔

"تمہیں ویسے تو اسلام کا بڑا پتہ ہے۔۔۔اتنا بھی نہیں معلوم کہ طلاق کے فوراً بعد تم کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتیں؟" اس کا لہجہ سخت ہو چکا تھا۔ہیر نے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔آنسو جیسے بند ٹوٹنے کے بعد بہتے جا رہے تھے۔

"تم ہی بتاؤ، میں کیا کروں۔۔۔؟" اس کی آواز اب بھیگی ہوئی تھی، کانپتی ہوئی۔

"میں کچھ سوچتا ہوں۔۔۔" اس نے کہا اور فون کاٹ دیا۔

●●●

کمرے میں نیم تاریکی پھیلی ہوئی تھی، مگر وہ عروسی لباس اپنی سرخی سے پوری فضا کو روشن کیے ہوئے تھا۔ہیر آئینے کے سامنے بیٹھی تھی۔۔۔سجی سنوری، مگر چہرے پر ایک عجیب سی ویرانی تھی۔اس کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں، اور ان آنسوؤں نے سنہری کڑھائی والے دوپٹے کو نم کر دیا تھا۔وہ بالکل خاموش تھی، جیسے دل میں کوئی طوفان چھپا کر بیٹھی ہو، جسے زبان دینے کی ہمت اس میں نہیں رہی۔

رخصار بیگم آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں، ان کے چہرے پر ماں والی بے قراری صاف جھلک رہی تھی۔انہوں نے بیٹی کے کندھے پر ہاتھ رکھا، جیسے کہنے آئی ہوں کہ بس، اب سنبھل جا۔۔۔مگر ماں کا لمس بھی اس کی کانپتی روح کو سکون نہ دے سکا۔آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔۔۔بغیر کسی صدا، بغیر کسی ہچکی کے، جیسے اندر ہی اندر کچھ ٹوٹ چکا ہو۔

"اماں۔۔۔میں نکاح نہیں کر سکتی۔۔۔"ہیر کے لب کپکپا رہے تھے، آنکھوں سے بہتے آنسو اس کے گالوں پر بہہ کر اس کے چمکتے سرخ عروسی لباس کو نم کر رہے تھے۔وہ آئینے کے سامنے بیٹھی، سجی سنوری، جیسے کوئی مجسم تصویر ہو۔۔۔مگر اس کی آنکھوں میں سکون کی رمق تک نہ تھی۔

رخصار بیگم نے آہستگی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔وہ پیچھے کھڑی تھیں، اور ان کی آنکھوں میں ماں کا بےبس پیار جھلک رہا تھا۔

"ہیر۔۔"انہوں نے نرمی سے کہا، "میں جانتی ہوں تم مجھے چھوڑنا نہیں چاہتی، لیکن پگلی۔۔۔ابھی صرف نکاح ہے، رخصتی نہیں۔"ماں نے اسے اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔اس لمس میں ممتا کی وہ لوری چھپی تھی جو شاید دل کی چٹان کو بھی پگھلا دیتی، مگر ہیر کی آنکھوں سے بہتے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

"بس اب اور نہیں رونا۔سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"رخصار بیگم نے اس کے آنسو پونچھے، ماتھے پر پیار کیا اور دروازہ بند کر کے باہر چلی گئیں۔

وہ کچھ دیر یونہی ساکت کھڑی رہی، پھر موبائل بجنے پر کانپتے ہاتھوں سے فون اٹھایا، اور چند ثانیے ایک نام کو دیکھتی رہی۔۔۔وہ نام، جو کبھی دل کی دھڑکن تھا، آج زندگی کا سب سے کٹھن فیصلہ بن چکا تھا۔اس نے فون کان سے لگایا، اس کی خاموشی میں جو بوجھ تھا، وہ

دوسری طرف سے محسوس کر لیا گیا۔ پھر چند لمحوں بعد، جیسے کوئی ہدایت ملی ہو۔۔۔نہایت نرم مگر پُراثر۔۔۔

"میں نہیں کر سکتی۔۔۔" وہ بمشکل اپنے آنسوؤں کے بیچ بول پائی۔

"دھیان سے سنو ہیر۔۔۔" حسان کی آواز میں کچھ تو تھا۔۔۔شاید بے چینی، شاید کوئی طوفان۔

"تمہیں نکاح کے وقت صرف ہاں نہیں کرنی۔ پولیس ہال پہنچ جائے گی۔ دولہے کا اریسٹ وارنٹ ہو گا۔ نکاح رک جائے گا۔"

"کیا؟" بےساختہ ہی ہیر کے لبوں سے نکلا۔ حیرت، خوف اور بے یقینی کا امتزاج اس کی آواز میں واضح تھا۔

"فکر نہ کرو۔ میں سب سنبھال لوں گا۔ وہ لڑکا بھی کل صبح تک واپس آ جائے گا۔"

"اور۔۔۔تمہارا نکاح؟" ہیر کی آواز تھرائی۔

"لڑکی خود ہی انکار کر دے گی۔" وہ کچھ دیر خاموش رہا، پھر نرمی سے بولا، "بس تھوڑا سا میرا ساتھ دو، پلیز۔"

اور اس نے فون بند کر دیا۔ چہرے پر اب بھی آنسو تھے، لیکن آنکھوں میں ایک فیصلہ جھلکنے لگا تھا۔ کوئی خالی امید نہیں، بس ایک آخری کوشش۔ ہیر نے آنکھیں بند کیں اور گہری سانس لی۔

●●●

میرج ہال روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ گل دانوں میں سفید گلاب رکھے گئے تھے، اور اسٹیج پر سنہری پردے جھول رہے تھے۔ ہر طرف مہمانوں کا شور، قہقہے اور مبارکبادیں گونج رہی تھیں۔ حسان، جو سادہ سی شیروانی پہنے قدرے بے چین کھڑا تھا، اپنے والد کے قریب آیا۔

"بابا، میں لڑکی سے نکاح سے پہلے ملنا چاہتا ہوں۔"

"یہ ممکن نہیں!" میر علی صاحب نے بغیر نظر اٹھائے کہا اور مہمانوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حسان کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں نمودار ہوئیں۔ دل میں بے چینی کا طوفان اٹھنے لگا۔ "یا اللہ، میرا منصوبہ ناکام نہ ہو۔۔۔"

وقت نے جیسے ایک زبردستی کی رفتار پکڑ لی ہو۔ نکاح خواں نے کلمات شروع کیے، اور مہمانوں نے سانسیں روک لیں۔۔۔ مگر اسی لمحے کالے یونیفارم میں پولیس اندر داخل ہوئی،

اور شور کی جگہ خاموشی چھا گئی۔ نگاہیں حیرت اور خوف سے لبریز تھیں، اور ہر کوئی دم بخود رہ گیا۔

"حسان میر علی، آپ کا نکاح ہیر سے۔۔۔"

مولوی صاحب نے ابھی صرف اتنا ہی کہا تھا کہ ہیر کے اندر جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ اس کا سانس اٹک گیا، جیسے کسی نے اس کے حلق میں انگلی ڈال کر اس کی روح کو روک دیا ہو۔

"تو اس کا نام بھی۔۔۔ حسان؟" ایک بھیگی، شکست خوردہ سی سوچ اس کے دل میں آئی اور اس نے فوراً کرب سے آنکھیں میچ لیں۔ چہرے کا رنگ سفید پڑ گیا۔ اس کے دل کے تار ایک لمحے میں جڑ گئے۔۔۔ ماضی سے، درد سے، اور۔۔۔ اس سے۔ مولوی صاحب کے لبوں سے ابھی الفاظ مکمل نہیں نکلے تھے کہ ہال میں سناٹا چھا گیا۔

"یہ نکاح نہیں ہو سکتا!" انسپکٹر نے اونچی آواز میں کہا۔

"کیونکہ دولہا پہلے ہی شادی شدہ ہے اور اس کے خلاف شکایت درج ہے۔ یہ رہا اریسٹ وارنٹ۔" پولیس افسر نے کاغذ لہراتے ہوئے اعلان کیا۔ کسی کو یقین نہ آیا کہ ایسی خبر، ایسے موقع پر، اتنی بے رحمی سے دی جائے گی۔

حسان کے قدموں تلے زمین کھسک چکی تھی۔اس نے کچھ کہنا چاہا، مگر الفاظ نے ساتھ نہ دیا۔اور پھر، جیسے لمحہ جم گیا ہو۔۔۔وہ پل آ گیا، جب سچ چھپانا گناہ بن جائے، اور اقرار ہی نجات کا ذریعہ ٹھہرے۔

ہیر کے قدموں تلے زمین نکل گئی۔وہ جھٹ سے اٹھی اور گھونگھٹ ہٹا دیا۔حسان کا خون کھولنے لگا تھا۔"یہ کیا کیا تم نے، حسان؟" وہ خود سے الجھ رہا تھا۔"اتنی بڑی غلطی؟ وہ بھی ایسے وقت پر؟"

اس دوران، میر علی صاحب اور رُخصار بیگم بھی کھڑے ہو چکے تھے۔ہیر اور حسان ایک دوسرے کے بہت قریب کھڑے تھے مگر کسی نے ایک دوسرے کو نہیں پہچانا۔بس لمحے کا انتظار تھا۔۔کوئی بول دیتا، تو سارا پردہ ہٹ جاتا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" میر علی صاحب نے سختی سے انسپکٹر کی طرف دیکھا۔

"مطلب یہ کہ۔۔۔آپ کا بیٹا دوسری شادی اپنی بیوی کی اجازت کے بغیر کر رہا ہے!" انسپکٹر نے وہی بولا جو اس سے کہا گیا تھا۔سامنے کون تھا، اس سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ سارے میں خاموشی چھا گئی۔حسان نے سر جھکا لیا۔

"بابا، میں آپ کو یہی سب بتانا چاہ رہا تھا۔۔"اس کی آواز دھیمی تھی، مگر ہیر کے دل کو چیر گئی۔

اس نے چونک کر سر اٹھایا۔"یہ تو۔۔۔حسان۔۔۔حسان میر۔۔۔یعنی میر علی صاحب کا بیٹا۔"اس کا دماغ دھماکوں سے گونجنے لگا۔"افففف، میں نے پہلے کیوں نہیں سوچا؟" دل میں پچھتاوے کی ٹھنڈی لہر دوڑ گئی۔

میر علی صاحب نے رخصار بیگم کی طرف دیکھا۔ان کی آنکھوں میں شرمندگی اتر آئی۔"میں معذرت خواہ ہوں،" وہ بولے، مگر شرمندگی ان کے چہرے پر صاف تھی۔

"ارے۔۔۔"ہیر کے منہ سے بےساختہ نکلا۔حسان نے چونک کر دیکھا۔ایک جھٹکے سے جیسے اس نے اسے پہچان لیا۔

"تم۔۔۔؟" اس کے ہونٹ کپکپائے، آواز اتنی مدھم کہ صرف ہیر ہی سن سکی۔ہیر کے ہاتھ بالوں میں چلے گئے، آنکھوں میں بےبسی۔یہ کیا ہو رہا تھا؟ وہ کل تک جس شادی کو روکنا چاہ رہی تھے، آج۔۔۔وہی بچانی پڑ رہی تھی۔

میر علی صاحب آگے بڑھے اور ہیر کو گلے سے لگا لیا۔"بیٹا، مجھے معاف کر دینا۔آج میرا سر اپنے ہی بیٹے کی وجہ سے جھک گیا۔۔۔"ان کی آواز لرز گئی۔ہیر نے نفی میں سر ہلایا۔حسان نے کچھ کہنا چاہا، مگر کسی کے پاس اب سننے کا وقت کہاں تھا؟

"مگر میری بیٹی کی بارات دہلیز سے واپس نہیں جائے گی۔"میر صاحب کا لہجہ اب مضبوط تھا۔

"اس کا نکاح ہو گا۔۔۔انکی بات پر دونوں نے سکھ کا سانس لیا۔چلو نکاح ہو تو سہی، جن حالات میں مرضی۔

"میرے دوست کے بیٹے سے۔"

"کیاا!؟" انکی اگلی بات سنتے ہیر اور حسان دونوں چلا اٹھے۔

"ہاں۔۔۔جواد سے۔"

"وہ۔۔۔وہ لنگور؟" حسان کو جیسے جھٹکا لگا ہو۔

"ہاں! وہی لنگور تم سے بہتر ہے۔"میر علی صاحب نے اسے گھورا۔

"مگر انکل۔۔۔"ہیر کچھ کہنا چاہتی تھی۔

"مجھے معلوم ہے، بیٹا یہ تمہارے لیے مشکل ہے مگر تم فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" انہوں نے نرم لہجے میں بات کاٹ دی۔

"یہ سب کیا تماشا ہے؟" حسان کنپٹی رگڑنے لگا۔

اسی لمحے۔۔۔جواد مسکراتا ہوا داخل ہوا۔تقریباً تیار، آنکھوں میں شرارت۔"یار میرے بغیر نکاح؟" اس نے حسان کو گلے سے لگا لیا۔"کیا تم واقعی رقیب ہو گئے ہو؟" حسان نے حیرانی سے دیکھا۔

"انکل، نکاح شروع کریں؟" جواد نے میر علی صاحب کی طرف دیکھا، اور مولوی کو اشارہ ہوا۔

"کیا بکواس ہے یہ!" حسان دھاڑا۔"یہ نکاح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ پہلے ہی میرے نکاح میں ہے!" ہال میں سناٹا چھا گیا۔سب جیسے پتھر کے ہو گئے۔ہیر کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

"اللہ جی، آج آخری بار بچا لیں۔۔۔"وہ آنکھیں میچ کر دل ہی دل میں دعا کرنے لگی۔

"یہی تو سننا تھا ہمیں!" تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد میر علی صاحب مسکرا کر بولے۔ہیر اور حسان دونوں حیران!

"ہم تم دونوں کے منہ سے یہ سننا چاہتے تھے۔"رُخسار بیگم آگے آئیں، ہیر کے ماتھے پر پیار سے بوسہ دیا۔

"اماں۔۔۔!"ہیر اپنی ماں سے لپٹ گئی، آنسو رواں ہو گئے۔

"نکاح ہو گا، میری بیٹی کا۔۔۔اور اسی شوہر سے جو اس کا حق دار ہے۔"

مولوی صاحب نے نکاح کے کلمات دوبارہ پڑھے۔۔۔اب کی بار وہ نکاح ایک رسم نہیں، بلکہ دو دلوں کے درمیان پاکیزہ تعلق کی تجدید تھا۔ہیر کی آنکھوں میں نمی تھی، مگر دل مطمئن تھا۔نکاح مکمل ہوا۔مبارک باد کی صدائیں گونجنے لگیں۔حسان نے ہیر کی طرف دیکھا۔۔۔وہ شرما کر انگلیاں چٹخانے لگی۔

"فائنلی، we are in halal relation!" وہ ہیر کے کان میں سرگوشی کرتا مسکرایا۔ہیر نے نظریں اٹھا کر اسے گھورا۔"ہم پہلے بھی تھے۔۔۔"وہ خفگی سے بولی۔

"تو پھر کل سے اتنا خوار کیوں کیا مجھے؟" حسان نے مصنوعی برا ماننے والے انداز میں کہا۔

ہیر نے قہر آلود نظر ڈالی اور غصے سے اس کے بازو پر مکا مارا۔حسان کا بےساختہ قہقہہ ہال میں گونج گیا۔ہیر نے نظریں نیچی کیں اور سرخ گالوں سے مسکرائی۔اس کے چہرے پر اب آنسو نہ تھے، مگر آنکھوں کی نمی نے اس لمحے کو دعا میں بدل دیا تھا۔حسان نے سر جھکا لیا، شکر کے سجدے میں، دل کی عاجزی میں۔اب وہ رشتہ، جو پہلے چھپ کر جیا گیا، سب کے سامنے حلال ہو چکا تھا۔

جس محبت پر کبھی خوف کا سایہ تھا، آج اس پر سکون کا نور تھا۔کسی کونے سے ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، جیسے تقدیر بھی خاموشی سے کہہ رہی ہو۔کچھ رشتے چھپائے نہیں جاتے۔۔۔کچھ محبتیں روکی نہیں جاتیں۔۔۔اور کچھ سچ، جتنی دیر سے آئے، سچ ہی رہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شد۔۔۔۔